سلسلہ : رسائلِ فتاوٰی رضویہ

جلد : دوسری

رسالہ نمبر 6

النور والنورق لاسفار الماء المطلق

۱۳۳۴ھ

آب مطلق کا حکم روشن کرنے کیلئے نور اور رونق

پیشکش : مجلسِ آئی ٹی (دعوتِ اسلامی)

فتوی مسمّٰی به

النوروالنورق عــه لاسفار الماء المطلق ۱۳۳۴ھ

(آب مطلق کا حکم روشن کرنے کیلئے نور اور رونق)

مسئلہ ۵۵ :　　　　۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ

بسم الله الرحمٰن الرحیم . نحمده ونصلی علی رسوله الکریم ط

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آب مطلق کہ وضو وغسل کیلئے درکار ہے اُس کی کیا تعریف ہے آبِ مقید کسے کہتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بسم الله الرحمٰن الرحیم ط

الحمدلله الذی انزل من السماء ماء طهورا لیطهرنا به تطهیرا، حمدا مطلقًا غیر مقید بعدد او امد دائما ابدا کثیرا کثیرا والصلاة و السلام علی الطیب الطاهر الطهور المطهر المفضل علی الخلق فضلا کبیرا، وعلٰی اٰله و صحبه وابنه وحزبه ما امطرت السحب ماء نمیرا امین اللهم هدایة الحق والصواب۔	تمام تعریفیں الله تعالٰی کے لئے ہیں جس نے آسمان سے پاک پانی اتارا کہ اس کے ذریعے ہمیں پاک صاف کرے مطلق تعریفیں بغیر کسی قید عددی اور غائی کے ہمیشہ ہمیشہ بہت زیادہ اسی کیلئے ہیں طیب، طاہر، پاک کرنے والے اور مخلوق پر فضیلت رکھنے والے پر اور آپ کے آل، اصحاب، بیٹے اور گروہ پر بے شمار صلوٰۃ وسلام ہوں جب تک بادل وافر پانی برساتے رہیں، آمین۔ اے الله ہمیں سچّے اور سیدھے راستے کی طرف ہدایت فرما۔ (ت)

یہ سوال بظاہر چھوٹا اور اس کا جواب بہت طول چاہتا ہے یہ مسئلہ نہایت معرکۃ الآرا ہے۔ فقیر بتوفیق القدیر اول [۱] جزئیات منصوصہ ذکر کرے پھر [۲] تعریفِ مطلق ومقید کہ اصالۃً ضابطہ جامعہ کلیہ ہے اور دیگر ضوابط کے لئے معیار پھر [۳] ضوابط جزئیہ متون پھر [۴] ضوابط کلیہ متاخرین پھر [۵] جزئیات جدیدہ کے احکام وما توفیقی الا بالله

عــه: اگرچہ تمام مطبوعہ نسخوں میں لفظ "النورق" ہے مگر کتب لُغت میں یہ لفظ نہیں ملا۔ میری رائے میں یہ "الرونق" ہونا چاہئے اس سے عدد اور معنٰی دونوں درست رہتے ہیں۔ (دائم)

علیہ توکلت والیہ انیب۔

یوں یہ کلام پانچ فصل پر منقسم ہوا:

فصل اول: جزئیات منصوصہ، اور وہ تین قسم ہیں:

قسم اول: وہ پانی جن سے وضو صحیح عـــہ۱ ہے:

(۱) مینہ، دریا، نہر، چشمے، جھرنے، جھیل، بڑے تالاب، کنویں کے پانی تو ظاہر ہیں بالخصوص قابلِ ذکر مائے مبارک زمزم شریف عـــہ۲ ہے کہ ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک اُس سے وضو وغسل بلا کراہت جائز ہے اور ڈھیلے کے بعد استنجا مکروہ اور نجاست دھونا ممنوع۔

تنویر ودر مختار میں ہے:

یرفع الحدث مطلقا بماء مطلق کماء سماء واودیة وعیون وابار وبحار وماء زمزم بلا کراھة وعن احمد یکرہ[1]۔	حدث مطلق پانی سے رفع ہوتا ہے جیسے آسمان کا پانی، وادیوں، چشموں، کنووں، نہروں، سمندروں اور زمزم کا پانی، زمزم کے پانی سے رفع حدث بلا کراہت ہوتا ہے جبکہ امام احمد کے نزدیک کراہت کے ساتھ ہوتا ہے۔ (ت)

نیز جح در میں ہے:

یکرہ الاستنجاء بماء زمزم لا الاغتسال[2]۔	زمزم کے پانی سے استنجا مکروہ ہے غسل کرنا مکروہ نہیں۔ (ت)

شامی میں ہے:

وکذا ازالة النجاسة الحقیقیة من ثوبه اوبدنه حتی ذکر بعض العلماء تحریم ذلك اھ[3]۔	اور اسی طرح بدن یا کپڑے سے نجاست حقیقیہ کا دور کرنا، یہاں تک بعض علماء نے تو اس کو حرام تک لکھ دیا ہے۔ (ت)

عـــہ۱ یعنی اُن سے طہارت کی جائے تو ہو جائے گی اور اس سے نماز صحیح ہوگی اگرچہ اُس پانی کا استعمال مکروہ بلکہ حرام ہو جیسا کہ مفصلاً بیان ہوگا ۱۲ (م)۔ عـــہ۲ سب سے اعلٰی سب سے افضل دونوں جہان کے سب پانیوں سے افضل، زمزم سے افضل، کوثر سے افضل وہ مبارک پانی ہے کہ بارہا براہِ اعجاز حضور انور سید اطہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی انگشتانِ مبارک سے دریا کی طرح بہا اور ہزاروں نے پیا اور وضو کیا۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ وہ پانی زمزم وکوثر سب سے افضل مگر اب وہ کہاں نصیب اور آگے ہر قسم کے پانی مذکور ہوں گے اُن کے سلسلے میں بلاضرورت اس کا نام لینا مناسب نہ جانا ۱۲ منہ غفرلہ (م)

---

[1] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۴

[2] درمختار آخر کتاب الحج مجتبائی دہلی ۱/۱۸۴

[3] ردالمحتار آخر کتاب الحج مصطفی البابی مصر ۲/۲۷۸

اقول: (۱) مطلق الکراھۃ للتحریم (۲) واطلاق الحرام علی المکروہ تحریما غیر بعید (۳) فلاخلف نعم (۴) اذا استنجی بالمدر فالصحیح انہ مطھر فلا یبقی الا اساءۃ ادب فیکرہ تنزیھا بخلاف الاغتسال ففرق بیّن بین القصدی والضمنی ھذا ماظھر لی۔	**میں کہتا ہوں** مطلق کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہوتی ہے، اور حرام کا اطلاق مکروہ تحریمی پر کوئی بعید امر نہیں، تو کوئی مخالفت نہیں، ہاں اگر کسی نے ڈھیلے سے استنجا کرلیا تو صحیح یہ ہے کہ یہ پاک کرنے والا ہے تو ایسی صورت میں صرف سوءِ ادبی رہے گی اور مکروہِ تنزیہی ہوگا بخلاف غسل کے تو ارادی اور ضمنی کاموں میں واضح فرق ہوتا ہے ھذا ماظھر لی۔ (ت)

اقول: یہ بھی دلیل واضح ہے کہ ہمارے ائمہ سے روایت صحیحہ طہارت مائے **مستعمل** ہے ورنہ غسل واستنجا میں فرق نہ ہوتا۔ (۲) سمندر کا پانی بعض صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے منقول کہ اُس سے وضو ناجائز جانتے اور ہمارے اور جمہور امت کا اُس سے جواز وضو پر اجماع ہے،

فی البحر وفی قولہ والبحر رد قول من قال ان ماء البحر لیس بماء حتی حکی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما انہ قال فی ماء البحر التیمم احب الی منہ کما نقلہ عنہ فی السراج الوھاج [4] اھ وقال السید ط فی حاشیۃ المراقی قال ابن سیدہ فی المحکم البحر الماء الکثیر ملحا اوعذبا وغلب علی الملح فالتنصیص علیہ دفع لتوھم عدم جواز التطھیر بہ لانہ مرمنتن کما توھم بعض الصحابۃ [5] اھ۔**اقول:** (۵) ھذا اللفظ بعید عن الادب فلیجتنب قال وفی الخبر من لم یطھرہ ماء البحر فلا طھرہ اللہ [6] اھ **قلت:** رواہ الدار قطنی والبیھقی	اور اس کے قول "والبحر" میں ان لوگوں کی تردید ہے جو کہتے ہیں ماء البحر پانی نہیں ہے یہاں تک کہ ابن عمر سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے سمندری پانی سے میرے نزدیک تیمّم کرلینا زیادہ پسندیدہ عمل ہے، سراج الوہاج میں نقل کیا ہے، اور "ط" نے حاشیہ مراقی الفلاح میں فرمایا کہ ابن سیدہ نے محکم میں فرمایا بحر سے مراد کثیر پانی ہے خواہ میٹھا ہو یا نمکین، لیکن عام طور پر اس کا استعمال نمکین کے لئے ہوتا ہے، اس کی تصریح اس وہم کو دفع کرنے کیلئے ہے کہ اس سے پاکی کا حاصل کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ کڑوا اور بدبودار ہوتا ہے جیسے کہ بعض صحابہ نے توہم کیا اھ۔ **میں کہتا ہوں** یہ لفظ بے ادبی کے ہیں، ان سے بچنا چاہئے، فرمایا ایک روایت میں ہے کہ جس کو سمندر کا پانی پاک نہ کرسکے تو خدا اسکو کبھی پاک نہ کرے۔ (ت) **میں کہتا ہوں** اس کو دار قطنی اور بیہقی نے

[4] البحر الرائق کتاب الطہارۃ بحث الماء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۶

[5] حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۱۳

[6] حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۱۳

كلاهما فى السنن بسند واه بدون لفظ ماء عن ابى هريرة رضى الله تعالٰى عنه عن النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم فالاولى (ا) الاقتصار على ماتمسك به شارحه اعنى العلامة الشرنبلالى حيث قال لقوله صلى الله تعالٰى عليه وسلم هو الطهور ماؤه الحل ميتته [7] اھ۔ **قلت:** رواه احمد والاربعة وابن حبان والحاكم عن ابى هريرة رضى الله تعالٰى عنه بسند صحيح واحمد وابن ماجة والاخيران والدار قطنى والطبرانى فى الكبير عن جابر وابن ماجة عن ابى الفراسى والدار قطنى والحاكم عن على وعن ابى عمرو وعبدالرزاق عن انس والدار قطنى عنه وايضاً عن ابن عمر وايضاً عن جابر عن ابى بكر الصديق وابنا مردويه والنجار عن ابى الطفيل عن الصديق رضى الله تعالٰى عنهم كلهم عن النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم وفى اخرى لابن مردويه كالدار قطنى عن ابى الطفيل عن الصديق من قوله ولعبد الرزاق وابى بكر بن ابى شيبة عن عكرمة ان عمر رضى الله تعالٰى عنه سئل عن الوضوء من ماء البحر فقال سبحٰن الله فاى ماء اطهر من ماء البحر وفى لفظ اطيب [8] ولهذا وابن عبد الحكم فى فتوح مصر والبيهقى عنه رضى الله تعالٰى عنه قال اغتسلوا

اپنی سنن میں کمزور سند سے روایت کیا، یہ ابو ہریرہ کی روایت نبی پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہے اور اس میں ماء کا لفظ نہیں ہے تو زیادہ بہتر ہے کہ اس پر اکتفاء کیا جائے جس سے اس کے شارح نے استدلال کیا ہے، یعنی علامہ شرنبلالی نے، انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے "سمندر کا پانی پاک کرنے والا ہے اور اس کا مُردہ حلال۔ (ت) **میں کہتا ہوں** اس کو احمد اور چاروں نے اور ابن حبان، حاکم نے ابو ھریرہ سے بسند صحیح روایت کیا ہے، اور احمد ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم، دار قطنی اور طبرانی نے کبیر میں جابر سے اور ابن ماجہ نے ابو الفراسی سے اور دار قطنی اور حاکم نے علی سے اور ابن عمرو سے اور عبدالرزاق نے انس سے اور دار قطنی نے انس سے اور ابن عمرو سے نیز جابر سے ابو بکر صدیق سے اور ابن مردویہ اور ابن نجار نے ابو الطفیل سے ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہم سے سب نے نبی پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے، دوسری سند میں ابن مردویہ نے دارقطنی کی طرح ابو الطفیل سے ابو بکر صدیق سے ان کے قول سے۔ اور عبدالرزاق اور ابو بکر بن ابی شیبہ نے عکرمہ سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سمندر سے وضو کی بابت دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا سبحان اللہ، سمندر کے پانی سے زیادہ کون سا پاک ہے، اور ایک روایت میں اطیب کا لفظ ہے، اور ابو بکر بن ابی شیبہ اور ابن عبد الحکم نے فتوح مصر میں اور بیہقی نے اُن سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا سمندر کے پانی سے غسل کرو کیونکہ وہ مبارک ہے،

[7] مراقی الفلاح بحث الماء البحر ص ۱۳ مطبعہ ازہریہ مصر

[8] مصنف عبدالرزاق باب الوضوء من ماء البحر ۱/۹۵ مکتبۃ الاسلامی بیروت

من ماء البحر فانه مبارك[9] قال ط ومن الناس من کرہ الوضوء من[10] البحر (۱) الملح لحديث ابن عمر انه صلی اللہ تعالٰی عليه وسلم قال لايركب البحر الا حاج او معتمر او غازی فی سبيل اللہ فان تحت البحر نارا وتحت النار بحرا تفرد به ابو داؤد[11] اھ **اقول:** لم يتفرد به بل (۲) رواہ قبله سعيد بن منصور فی سننه وأخرون الا ان يريد التفرد من بين الستة ثم ليس ھذا (۳) حديث ابن عمر الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنھم انما رواہ د عن مطرف ھو ابن طريف ثقة فاضل عن بشر ابی عبداللہ ھو الكندی مجھول قال الذھبی لايكاد يعرف عن بشير[12] بن مسلم ھو ابو عبداللہ الكندی الكوفی مجھول عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنھما يعنی ابن العاص قال خ لم يصح حديثه واوردہ ابن حبان علی قاعدته فی ثقات اتباع التابعين وقال روی عن رجل عن ابن عمرو واللہ تعالٰی اعلم[13] نعم فی مسند	"ط" نے کہا کچھ لوگ نمکین سمندر سے وضو کو مکروہ قرار دیتے ہیں، ان کا استدلال ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث سے ہے کہ سمندر میں صرف حاجی یا عمرہ کرنے والا یا غازی سفر کرے غیر نہیں کیونکہ سمندر کے نیچے آگ ہے اور آگ کے نیچے سمندر ہے، اس کی روایت میں ابو داؤد متفرد ہیں۔(ت) **میں کہتا ہوں** وہ متفرد نہیں ہیں بلالکہ اُن سے قبل اسی کو سعید بن منصور نے اپنی سنن میں اور دوسرے محدثین نے روایت کیا ہے، ہاں چھ کے درمیان تفرد کا دعوٰی ہو تو درست ہے۔ پھر یہ حدیث ابن عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما کی نہیں ہے اس کو "د" نے مطرف سے جو ابن ظریف ہیں روایت کیا اور وہ ثقہ ہیں فاضل ہیں، بشر ابو عبداللہ الکندی سے، یہ مجہول ہیں، ذہبی نے کہا کوئی نہیں جانتا بشیر بن مسلم سے وہ ابو عبداللہ الکندی الکوفی مجہول ہیں، عبداللہ بن عمرو سے یعنی ابن العاص سے، خ نے کہا ان کی حدیث صحیح نہیں اور اس کو ابن حبان نے اپنے قاعدہ کے مطابق اتباع تابعین کے ثقات میں ذکر کیا اور فرمایا ایک شخص سے مروی ہے ابن عمرو سے واللہ تعالٰی اعلم، ہاں مسند فردوس

[9] بحوالہ کنز العمال فصل فی المیاہ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۵۷۲/۹
[10] طحطاوی علی مراقی الفلاح بحث الماء البحر مطبعہ ازہریہ مصریہ ص ۱۳
[11] طحطاوی علی مراقی الفلاح بحث الماء البحر مطبعہ ازہریہ مصریہ ص ۱۳
[12] میزان الاعتدال بشر عبداللہ بیروت ۳۲۷/۱
[13] میزان الاعتدال بشیر بن مسلم بیروت ۳۲۹/۱

الفردوس عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما رفعہ تحت البحر نار وتحت النار بحر وتحت البحر نار[14] اھ ویمکن ان تکون فی قولہ تعالٰی والبحر المسجور اشارۃ الیہ واللہ تعالٰی اعلم قال ط وکان ابن عمر لایری جواز الوضوء بہ ولا الغسل عن جنابۃ[15] اھ اقف لہ علی اصل فاللہ اعلم بہ **اقول:** یذکر عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال ماء البحر لایجزئ من وضوء ولا جنابۃ ان تحت البحر نارا ثم ماء ثم نارا حتّٰی عد سبعۃ ابحر وسبع انیار[16] ولم وانما الذی فی الحلیۃ ان کون الطھارۃ جائزا بھذہ المیاہ سواء کانت عذبۃ اومالحۃ مما دل علیہ الکتٰب والسنۃ ولم یعرف فی شیئ منھا خلاف نعم نقل عن بعض الصحابۃ کراھۃ الوضوء بماء البحر منھم عبداللہ بن عمر و الجمھور علی عدم الکراھۃ[17] اھ وفی ھامش الانقرویۃ عن مختارات النوازل حکی عن ابن عباس وابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھم انھما قال الوضوء بماء البحر مکروہ[18]	میں ابن عمر سے مروی ہے کہ سمندر کے نیچے آگ ہے اور آگ کے نیچے سمندر ہے اھ، اس کو انہوں نے مرفوعًا روایت کیا، اور ممکن ہے کہ اللہ کے قول والبحر المسجور میں اس طرف اشارہ ہو، واللہ تعالٰی اعلم "ط" نے فرمایا: ابن عمر سمندر سے وضو اور غسلِ جنابت کو جائز نہیں سمجھتے تھے اھ (ت) **میں کہتا ہوں** ابن عمر سے یہ روایت منسوب ہے کہ سمندر کا پانی وضو اور غسلِ جنابت کیلئے کافی نہیں بیشک سمندر کے نیچے آگ ہے پھر پانی پھر آگ ہے یہاں تک کہ انہوں نے سات سمندروں اور سات آگوں کا ذکر کیا، اور مجھے اس کی کسی اصل پر اطلاع نہیں واللہ اعلم، حلیہ میں یہ ہے کہ ان پانیوں سے طہارت جائز ہے خواہ میٹھے ہوں یا نمکین ہوں، اس پر کتاب وسنّت دلالت کرتے ہیں، اور اس میں کوئی خلاف معروف نہیں، ہاں بعض صحابہ سے کراہت منقول ہے کہ اِن سے وضو مکروہ ہے، اُن میں عبداللہ بن عمر بھی شامل ہیں، اور جمہور کا قول ہے کہ کراہت نہیں ہے اھ اور انقرویہ کے حواشی میں مختارات النوازل سے ہے کہ ابن عباس اور ابن عمر سے مروی ہے کہ دونوں

[14] مسند فردوس
[15] طحطاوی علی مراقی الفلاح بحث ماء البحر ازہریہ مصر ص ۱۳
[16] یذکر عن ابن عمر
[17] حلیہ
[18] علی حاشیۃ فتاوٰی انقرویہ بحث ماء البحر دار الاشاعۃ العربیہ قندھار ۱/۲

اھ۔ قال ط وکذا روی ابی ھریرۃ[19] اھ **اقول:** وھذا عجب مع ما صح عنه عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ماسمعناك نعم فی البدائع روی عن ابی العالیة الریاحی انه قال کنت فی جماعة من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی سفینة فی البحر فحضرت الصلاۃ فنی ماؤھم ومعھم نبیذ التمر فتوضأ بعضھم نبیذ التمروکرہ التوضؤ بماء البحر وتوضأ بعضھم بماء البحر ذکرہ التوضؤ بنبیذ التمرو ؎ .وھذا حکایة الاجماع فان من کان یتوضؤ بماء البحر کان یعتقد	حضرات نے سمندر کے پانی سے وضو کو مکروہ قرار دیا ہے اھ "ط" اسی طرح ابوہریرہ سے مروی ہے اھ (ت) **میں کہتا ہوں** یہ زیادہ عجیب ہے حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بروایت صحیح جو تھا وہ ہم نے نقل کیا، ہاں بدائع میں ابو العالیۃ الریاحی سے مروی ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سمندری سفر میں تھا کہ نماز کا وقت آگیا کشتی والوں کے پاس پانی ختم ہوچکا تھا ان کے پاس شیرہ کھجور تھا تو بعض نے اسی سے وضو کرلیا اور سمندر کے پانی سے وضو کو مکروہ سمجھا اور بعض نے سمندر کے پانی سے وضو کرلیا، یہ اجماع کی حکایت ہے کیونکہ جو حضرات سمندر کے پانی سے وضو کر رہے تھے تو وہ اس کے پانی سے وضو کے جواز کے قائل تھے اور انہوں نے

؎ **اقول:** لم یبلغ فھمی القاصر کیف کان ھذا حکایة الاجماع علی جواز الوضوء بنبیذ التمر عند عدم الماء فان من توضأ بماء البحر جاز ان لم یر الوضوء بالنبیذ فی الحالة الراھنة لوجود الماء وجاز ان لم یر الوضوء به اصلا حتی لووجدہ وعدم الماء تیمم کما ھو المفتی به عندنا والکراھة فی عرف السلف لایدل علی الجواز منه غفرله (م)

میں کہتا ہوں میری ناقص سمجھ میں یہ بات نہ آسکی کہ یہ اجماع کیونکر ہوگیا کہ پانی نہ ہونے کے وقت نبیذ تمر سے وضو جائز ہے، کیونکہ جن حضرات نے سمندر کے پانی سے وضو کیا ممکن ہے کہ وہ موجودہ حالت میں نبیذ تمر سے وضو کو جائز نہ سمجھتے ہوں کیونکہ پانی موجود ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ نبیذ تمر سے وضو کو بالکل جائز نہ سمجھتے ہوں یہاں تک کہ اگر نبیذ موجود ہو اور پانی نہ موجود ہو تو وہ تیمّم کے قائل ہوں جیسا کہ یہ ہمارے نزدیک مفتی بہ ہے اور سلف کی عرف میں کراہت جواز پر دلالت نہیں کرتی ہے۔ (ت)

[19] طحطاوی علی مراقی الفلاح بحث ماء البحر ازہریہ مصر ص ۱۳

جواز التوضؤ بماء البحر فلم یتوضأ بنبیذ التمر لکونه واجدا للماء المطلق ومن کان یتوضؤ بالنبیذ کان لایری ماء البحر طهورا اوکان یقول هو ماء سخطة ونقمة کانه لم یبلغه قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی صفة البحر هو الطهور ماؤه الحل میتة فتوضأ بنبیذ التمر لکونه عادما للماء عـــه الطاهر [20] اھ فهذا ما ابداه احتمالا وانما لفظ الروایة ما سمعت۔	نبیذ تمر سے وضو اس لئے نہ کیا کہ انہوں نے ماء مطلق کو پایا اور جو نبیذ تمر سے وضو کر رہے تھے وہ سمندر کے پانی کو طہور نہیں سمجھتے تھے، یا وہ یہ کہتے تھے کہ یہ پانی ناراضگی اور عذاب کے نتیجہ میں ظہور پذیر ہوا ہے شاید ان کو حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یہ حدیث نہیں پہنچی کہ سمندر کا پانی پاک کرنے والا اور اس کا مردہ حلال ہے تو پانی نہ ہونے کی صورت میں انہوں نے نبیذ تمر سے وضو کیا اھ تو یہ انہوں نے بطور احتمال فرمایا ورنہ روایت کے الفاظ وہ ہیں جو آپ نے سُنے۔(ت)
اقول: ویجوز ان یکونوا معتقدین جواز الوضوء بهما اذا کان الماء غالبا فی النبیذ کما سیأتی اِن شاء الله تعالٰی فمن توضأ به کره التوضوء بماء البحر کراهة تنزیه ولم یشك ان النبیذ الذی عنده ماؤه غالب ومن توضأ بماء البحر شك فی النبیذ الذی عنده فکره التوضوء به کراهة امتناع وتوضأ بماء البحر والله تعالٰی اعلم۔	**میں کہتا ہوں** یہ بھی جائز ہے کہ وہ دونوں سے وضو کے جواز کے قائل ہوں جبکہ نبیذ پر پانی غالب ہو، جیسا کہ اِن شاء اللہ آئے گا، تو جس نے اس سے وضو کیا اس نے سمندری پانی سے وضو کو مکروہ تنزیہی سمجھا اور اس میں شک نہیں جانا کہ جو نبیذ اس کے پاس ہے اس کا پانی غالب ہے اور جس نے سمندری پانی سے وضو کیا اس کو اس نبیذ میں شک تھا جو اُس کے پاس موجود تھا تو اس نے بطور کراہت تحریمی اس سے وضو نہ کیا اور سمندری پانی سے وضو کرلیا، واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

عـــه هکذا فی نسختی البدائع وکأنها زلة من قلم الناسخ والوجه الطهور منه غفرله (م)

میرے پاس بدائع کا جو نسخہ ہے اس میں اسی طرح ہے شاید کاتب نے غلط لکھ دیا مناسب الطهور ہے۔(ت)

(۳ و ۴) پالا اولے جب پگھل کر پانی ہو جائیں کہ یہ بھی وہی آسمانی پانی ہیں کہ کُرہ زمہریر کی سردی سے

[20] بدائع الصنائع مطلب الماء المقید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶

یخ بستہ ہوگیا،

فی الدر یرفع الحدث بماء مطلق کالثلج مذاب وبرد و جمد وندی [21] اھ وفی البحر والنهر وعن ابی یوسف یجوز وان لم یکن متقاطرا والصحیح ولفظ النهر الاصح قولهما [22] اھ ونسبه فی جامع الرموز للصاحبین حیث قال لایتوضوء بالثلج الا اذا تقاطر وعن الصاحبین انه یتوضوء به والاول هو الصحیح کما فی الظهیریة [23] اھ۔ ورأیتنی کتبت علی هامشه **اقول:** (۱) لیس هذا محل خلاف وتصحیح اذ لاوضوء الابالغسل ولا غسل الا بالاسالة ولا اسالة الا بالتقاطر فهو المراد اھ۔ ماکتبت علیه اقول نعم یروی عن الثانی ان الغسل بل المحل وان لم یسل [24] کما فی البحر وهذا لا یختص بالثلج والبرد وقدمنا فی تبیان الوضوء ان مراده سال من العضو قطرة اوقطرتان ولم یتدارك فلا خلاف [25] قال ش الظاهر ان معنی لم یتدارك لم یقطر علی الفوربان قطر بعد مهلة اھ [26]	دُر میں ہے حدث کو دُور کیا جاسکتا ہے مطلق پانی سے جیسے برف یا اَولوں کا پگھلا ہوا پانی، منجمد پانی یا تری اھ اور بحر و نہر میں ابو یوسف سے منقول ہے کہ وضو جائز ہے اگرچہ ٹپکنے والا نہ ہو یہ صحیح ہے اور لفظ نہر اصح ہے ان دونوں کا قول اھ اور جامع الرموز میں اس کو صاحبین کی طرف منسوب کیا ہے، فرمایا کہ برف سے اس وقت تک وضو نہ کرے جب تک وہ ٹپکنے نہ لگے اور صاحبین سے مروی ہے کہ اس سے وضو کرے، اور پہلا ہی صحیح ہے جیسا کہ ظہیریہ میں ہے اھ میں نے اس کے حاشیہ پر یہ لکھا ہے کہ یہ محل خلاف اور تصحیح نہیں ہے کیونکہ دھوئے بغیر تو وضو ہو نہیں سکتا ہے اور دھونا بہائے بغیر نہ ہوگا اور بہانا بغیر تقاطر کے نہ ہوگا، اور یہی مراد ہے اھ۔ **میں کہتا ہوں** ہاں دوسرے امام سے یہ مروی ہے کہ دھونا جگہ کے تر کرنے کو کہتے ہیں خواہ نہ بہے، جیسا کہ بحر میں ہے اور یہ چیز برف اور اَولوں کے ساتھ خاص نہیں ہے اور ہم نے تبیان الوضوء میں بیان کیا کہ ان کی مراد یہ ہے کہ عضو سے ایک یا دو قطرے بہہ جائیں

[21] الدرالمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۴

[22] بحرالرائق آخر الماء البحر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۷

[23] جامع الرموز بحث الماء السماء مطبعۃ کریمیہ قزان ایران ۱/۴۶

[24] بحرالرائق فرض الوضو ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱

[25] ردالمحتار فرض الوضو البابی مصر ۱/۷

[26] ردالمحتار فرض الوضو البابی مصر ۱/۷

اور تدارک نہ ہو اس میں اختلاف نہیں "ش" نے فرمایا کہ لم یتدارك کے معنی یہ ہیں کہ فوراً قطرات نہ بہیں، بلالکہ مہلت کے بعد قطرات بہیں اھ (ت)

اقول: (۱) بل الظاھر ان المعنی لم تتتابع القطر کثرۃ یقال تدارك القوم ای تلاحقوا ومنہ قولہ تعالٰی حتی اذا دارکوا فیھا کما فی الصحاح[27] ومعلوم انہ لم یثبت الفور فی دخول طائفۃ منھم بعد اخری واللہ تعالٰی اعلم۔	**میں کہتا ہوں** بلکہ معنی یہ ہیں کہ قطرات کثرت سے نہ بہیں کہتے ہیں "تدارك القوم" یعنی ایک دوسرے سے ملے اور اسی سے فرمان الٰہی ہے "حتی اذا دارکوا فیھا" صحاح میں بھی ایسا ہی ہے اور یہ معلوم ہے کہ ان میں سے ایک جماعت کا دوسری جماعت کے فوراً بعد داخل ہونا مراد نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

(۵) یوں ہی کل کا برف جب پگھل جائے کہ وہ بھی پانی ہی تھا کہ گیس کی ہوا سے جم گیا ومر عن الدر وجمد وھو محرکا الماء الجامد ط عن ح عن القاموس (اور گزرا ہے کہ الْجَمَد حرکت کے ساتھ جما ہوا پانی (برف) ہے یہ ط سے ح سے قاموس سے ہے۔ ت)

(۶) شبنم

اقول: یعنی جبکہ پتّوں پھُولوں پر سے یا پھیلے ہوئے کپڑے نچوڑ کر اتنی جمع کرلی جائے کہ کسی عضو یا بقیہ عضو کو دھو دے مثلاً روپے بھر جگہ پاؤں میں باقی ہے اور پانی ختم ہوگیا اور شبنم جمع کئے سے اتنی مل سکتی ہے کہ اُس جگہ پر بہ جائے تو تیمّم جائز نہ ہوگا یا اوس (۲) میں سر برہنہ بیٹھا اور اس سے سر بھیگ گیا مسح ہوگیا اگر ہاتھ نہ پھیرے گا وضو ہوجائیگا اگرچہ سنّت ترک ہوئی یوں ہی شبنم (۳) سے تر گھاس میں موزے پہنے چلنے سے موزوں کا مسح ادا ہوجائے گا جبکہ شبنم سے ہر موزہ ہاتھ کی چھنگلیا کے طول وعرض کے سہ چند بھیگ جائے،

ومر عن الدر وندا قال ش قال فی الامداد وھو الطل وھو ماء علی الصحیح وقیل نفس دابۃ اھ[28]	اور دُر سے گزرا وندًا "ش" نے امداد میں کہا یہ شبنم ہے اور صحیح قول کے مطابق یہ پانی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ چوپائے کا سانس ہے۔ (ت)

---
[27] صحاح الجوہری درک بیروت ۱۵۸۲/۴
[28] ردالمحتار باب المیاہ البابی مصر ۱۳۲/۱

اقول: لاعلم له اصلا ولو کان کذا لم یجز الوضوء به لانه لیس بماء ولو جاز به لکان ریق الانسان وعرقه احق بالجواز ثم رأیت فی مسح الخفین من الفتح ولا فرق بین حصول ذلك بیدہ اوباصابة مطر اومن حشیش مشی فیه مبتل ولو بالطل علی الاصح وقیل لایجوز بالطل لانه نفس دابة لاماء ولیس بصحیح[29] اھ۔	میں کہتا ہوں مجھے اس کی اصل معلوم نہیں اور اگر ایسا ہوتا تو اس کے ساتھ وضو جائز نہ ہوتا کیونکہ وہ پانی نہیں اور اگر اس سے وضو جائز ہوتا تو انسان کے تھوک اور پسینہ سے بطریق اولٰی جائز ہوتا، پھر فتح کے مسح علی الخفین میں ہے کہ اس میں کچھ فرق نہیں کہ یہ ہاتھ سے ہو یا بارش کی وجہ سے ہو یا تر گھاس میں چلنے کی وجہ سے ہو یا شبنم سے ہو اصح قول کے مطابق، اور ایک قول یہ ہے کہ شبنم سے جائز نہیں کیونکہ وہ چوپائے کا سانس ہے پانی نہیں، اور یہ صحیح نہیں اھ (ت)

(۷) زلال

اقول: لغۃً و عرفاً مشہور یہی ہے کہ زلال میٹھے ٹھنڈے ہلکے خوشگوار صاف خالص پانی کو کہتے ہیں،

فی القاموس ماء زلال کغراب وامیر وصبور وعلابط سریع المر فی الحلق باردعذب صاف سهل سلس[30] اھ۔ ولم یعرج علی معنی غیرہ وفی صحاح الجوهری ماء زلال ای عذب[31] اھ وفی حیاة الحیوان الکبری المشهور علی الالسنة ان الزلال هو الماء البارد[32]۔	قاموس میں ہے ماء زلال، زلال غراب کے وزن پر بھی آتا ہے اور امیر، صبور اور عُلابِط کے وزن پر بھی (یعنی زُلیل زُلول زلازِل) اس پانی کو کہا جاتا ہے جو حلق سے بآسانی گزرے اور ٹھنڈا، میٹھا، صاف، لطیف اور رواں ہو اھ اور اس کے علاوہ کوئی معنٰی نہیں بتائے، اور صحاح جوہری میں ماء زلال یعنی میٹھا اھ اور حیوٰۃ الحیوان میں ہے زبانوں پر مشہور یہ ہے کہ زلال ٹھنڈے پانی کو کہتے ہیں (ت)

---

[29] فتح القدیر مسح الخفین رضویہ سکھر ۱/۱۳۲

[30] القاموس المحیط (زللت) مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۰۰

[31] صحاح الجوہری (زلل) بیروت ۴/ ۱۷۱۸

[32] حیاۃ الحیوان الکبرٰی (زلال) مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۳۷

اس تقدیر پر تو اس کے شمار کی کوئی وجہ نہیں مگر علامہ شامی نے امام ابن حجر مکی سے نقل کیا کہ برف میں ایک چیز جانور کی شکل پر ہوتی ہے اور حقیقۃً جانور نہیں اس کے پیٹ سے جو پانی نکلتا ہے وہ زلال ہے،

حیث قال عقیب ذکر الطل اقول وکذا الزلال قال ابن حجر وھو مایخرج من جوف صورۃ توجد فی نحوا الثلج کالحیوان ولیست بحیوان [33]۔	انہوں نے طل کے ذکر کے بعد فرمایا میں کہتا ہوں اور اسی طرح "زلال" ہے، ابنِ حجر فرماتے ہیں کہ برف میں حیوانی شکل کی ایک چیز پائی جاتی ہے جو دراصل حیوان نہیں ہوتی ہے اس کے پیٹ سے جو پانی نکلتا ہے وہ زلال ہے۔ (ت)

اقول: یہ اگر ثابت (ا) ہو تو اُس کے جانور ہونے سے انکار محتاج دلیل ہے اُس کی صورت جانور کی ہے اور کتابوں اور جحود ائمہ شافعیہ کی کتب میں اُسے حیوان کہا انگلی برابر قد سفید رنگ زرد چتّیاں اور خود اُس جانور ہی کا نام زلال بتایا تاج العروس میں ہے:

الزلال بالضم حیوان صغیر الجسم ابیضہ اذا مات جعل فی الماء فیبردہ ومنہ سمی الماء البارد زلالا [34]۔	زُلال، پیش کے ساتھ سفید جسم کا ایک چھوٹا سا جانور ہے، جب مر جاتا ہے تو اس کو پانی میں ڈال دیتے ہیں یہ پانی کو ٹھنڈا کرتا ہے، اور اسی لئے ٹھنڈے پانی کو ماءِ زُلال کہتے ہیں۔ (ت)

حیاۃ الحیوان امام دمیری شافعی میں ہے:

الزلال بالضم دود یتربی فی الثلج وھو منقط بصفرۃ یقرب من الاصبع یاخذہ الناس من اماکنہ لیشربوا مافی جوفہ لشدۃ بردہ [35]۔	زُلال پیش کے ساتھ ، ایک کیڑا جو برف میں پلتا ہے اس پر پیلے رنگ کی چتیاں ہوتی ہیں، تقریبًا ایک انگلی کے برابر ہوتا ہے لوگ اس کو پکڑتے ہیں تاکہ اس کے پیٹ میں سے جو نکلتا ہے وہ پی سکیں، کیونکہ یہ پانی بہت ٹھنڈا ہوتا ہے (ت)

اُس کے حیوان ہونے کی تقدیر پر امام ابنِ حجر شافعی نے اُس پانی کو قے ٹھہرا کر ناپاک بتایا۔

قال ش عن ابن حجر بعد مامر فان تحقق	ش نے ابنِ حجر سے نقل کیا پس اگر متحقق ہو (یعنی

[33] ردالمتار　باب المیاہ　مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۳۲

[34] تاج العروس　فصل الزا من باب الدم مطبوعہ احیاء التراث العربی ۷/ ۳۵۹

[35] حیاۃ الحیوان الکبرٰی (زلال) البابی مصر ۱/ ۵۳۶

(ای کونہ حیوانا) کان نجسا لانہ قیئ [36]۔	اس کا حیوان ہونا ثابت ہوجائے) تو وہ نجس ہوگا اس لئے کہ وہ قے ہے۔ (ت)

اقول: قے کی تعریف ۱ اس پر صادق آنے میں کلام ہے اور کتبِ شافعیہ میں اُس سے جوازِ وضو مصرح شرح وجیز ابوالفرج عجلی شافعی میں ہے:

الماء الذی فی دود الثلج طھور [37]۔	وہ پانی جو برف والے کیڑے میں ہوتا ہے پاک طہور ہے۔ (ت)

حیاۃ الحیوان میں ہے:

الذی قالہ یوافق قول القاضی حسین فیما تقدم فی الدود [38]۔	جو انہوں نے کہا وہ قاضی حسین کے قول کے موافق ہے جیسا کہ دود کے ذکر میں پہلے گزرا۔ (ت)

علامہ شامی نے جب تک اُس جانور کا دموی ہونا ثابت نہ ہو پانی پاک مگر ناقابلِ وضو بتایا۔

حیث قال نعم لایکون نجسا عندنا مالم یعلم کونہ دمویا اما رفع الحدث بہ فلا یصح وان کان غیر دموی [39]۔	انہوں نے فرمایا جب تک اس کا دموی ہونا معلوم نہ ہو ہمارے نزدیک نجس نہیں، رہا اس سے پاک حاصل کرنا تو یہ صحیح نہیں اگرچہ وہ غیر دموی ہو۔ (ت)

اقول: ظاہرًا اُس پانی کی طہارت محلِ اشتباہ نہیں جیسے ریشم ۲ کا کیڑا کہ خود بھی پاک ہے اور اس کا پانی بلاکلہ بیٹ بھی پاک **عالمگیریہ** میں ہے:

ماء دود القزو عینہ وخرؤہ طاھر کذا فی القنیۃ [40]۔	ریشم کا کیڑا اس کا پانی اور اس کی بیٹ پاک ہے جیسا کہ قنیہ میں ہے۔ (ت)

لکہ خلاصہ میں ہے:

(۳) الدودۃ اذا تولدت من النجاسۃ قال شمس الائمۃ الحلوائی انھا لیست	کیڑا جو نجاست میں پیدا ہو تو شمس الائمہ حلوائی فرماتے ہیں کہ وہ ناپاک نہیں ہے اور یہی حال ہر حیوان کا ہے۔

[36] ردالمحتار باب المیاہ البابی مصر ۱/ ۱۳۲

[37] حیاۃ الحیوان الکبرٰی (زلال) البابی مصر ۱/ ۵۳۶

[38] حیاۃ الحیوان الکبرٰی (زلال) البابی مصر ۱/ ۵۳۶

[39] ردالمحتار باب المیاہ البابی مصر ۱/ ۱۳۲

[40] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثانی فے الاعیان النجسۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۴۶

بنجسة وکذا کل حیوان حتی لوغسل ثم وقع فی الماء لاینجسه وتجوز الصلاة معها[41]۔	تو اگر کسی حیوان کو دھویا جائے پھر وہ پانی میں گر جائے تو اس کو ناپاک نہیں کرے گا، اور اس کے ساتھ نماز جائز ہے۔ (ت)

(۱) اور جب طاہر ہے تو جب تک ثابت نہ ہو کہ یہ پانی نہیں بلالکہ اُس کیڑے ہی کے پیٹ کی رطوبت ہے یا اُس کی رطوبت اِس میں نصف یا زاید ملی ہوئی ہے نا قابلِ وضو ہونے کی کوئی وجہ نہیں ظاہرًا وہ برف ہی کا پانی ہے کہ اس کے جوف میں ملتا ہے اور پاک پانی کے غیر طہور ہونے کی دو ہی صورتیں ہیں یا تو خلط غیر سے مائے مطلق نہ رہے یا اسقاط فرض خواہ اقامت قربت سے مستعمل ہو جائے ثانی یہاں قطعًا منتفی اور اول کا ثبوت نہیں اور کوئی مطلق بلا ثبوت مقید نہیں ہو سکتا۔

الا تری ان النجاسة لاتثبت بالشك وھی تسلب الطھوریة والطھارة معا فضلا عن التقیید۔	نجاست شک سے ثابت نہیں ہوتی ہے اور یہ طہوریت کو سلب کرتی ہے اور طہارت کو بھی چہ جائیکہ تقیید۔ (ت)

(۸) گرم پانی

وھذا وفاق الا ما یحکی عن مجاھد من کراھة۔ (اس بات میں اتفاق ہے مگر وہ جو مجاہد سے اس کی کراہت منقول ہے۔ ت)

اقول: مگر اتنا گرم کہ (۱) اچھی طرح ڈالا نہ جائے تکمیل سنت نہ کرنے دے مکروہ ہے یونہی اتنا سرد اور اگر تکمیل فرض سے مانع ہو تو حرام اور وہ وضو نہ ہوگا **وفی صحیح البخاری توضأ عمر رضی اللہ تعالٰی عنه بالحمیم**[42] (صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے گرم پانی سے وضو فرمایا۔ ت)

(۹) اُپلوں سے گرم کیا ہُوا اور بچنا بہتر، در مختار میں ہے: **وکرہ احمد المسخن بالنجاسة**[43] (نجاست کے ذریعے گرم شدہ پانی کو امام احمد نے مکروہ گردانا ہے۔ ت)

(۱۰) دھوپ کا گرم پانی مطلقًا مگر گرم ملک (۲) گرم موسم میں جو پانی سونے چاندی کے سوا کسی اور دھات کے برتن میں دھوپ سے گرم ہو جائے وہ جب تک ٹھنڈا نہ ہولے بدن کو کسی طرح پہنچانا نہ چاہئے وضو سے غسل سے نہ پینے سے یہاں تک کہ جو کپڑا اس سے بھیگا ہو جب تک سرد نہ ہو جائے پہننا مناسب نہیں کہ اُس پانی کے

---

[41] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل السابع فیمایکون نجسًا الخ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۴۴

[42] جامع للبخاری باب وضوء الرجل مع امرأتہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۲

[43] الدر المختار باب المیاہ مجتبائی لاہور ۱/ ۳۴

بدن کو پہنچنے سے معاذ اللہ احتمالِ برص ہے اختلافات اس میں بکثرت ہیں اور ہم نے اپنی کتاب منتہی الآمال فے الاوفاق والاعمال میں ہر اختلاف سے قول اصح وارجح چنا اور مختصر الفاظ میں اُسے ذکر کیا اُسی کی نقل بس ہے

وھو ھذا قط (ای الدارقطنی) عن عامر والعقیلی عن انس مرفوعا قط والشافعی عن عمر الفاروق موقوفا لاتغتسلوا بالماء انشمس فانہ یورث البرص [44] قط وابو نعیم عن ام المؤمنین انھا سخنت للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ماء فی الشمس فقال لاتفعلی یاحیمراء فانہ یورث البرص [45] وقیدہ العلماء بقیود ان یکون فی قطر ووقت حارین وقد تشمس فی منطبع صابر تحت المطرقۃ کحدید ونحاس علی الاصح الا النقدین علی المعتمد دون الخزف والجلود والا حجار والخشب ولا للشمس فی الحیاض والبرك قطعا وان یستعمل فی البدن ولو شربالا فی الثواب الا اذا لبسہ رطبا اومع العرق وان یستعمل حارا فلو برد لاباس علی الاصح وقیل لافرق علی الصحیح ووجہ ورد فالاول الاوجہ قیل وان لایکون الاناء منکشفا والراجح ولو فالحاصل منع ایصال الماء المشمس فی اناء منطبع من غیر النقدین الی البدن فی وقت وبلد حارین	دارقطنی نے عامر سے اور عقیلی نے انس سے مرفوعًا روایت کی، دارقطنی اور شافعی نے عمر فاروق سے موقوفًا روایت کی کہ تم آفتاب سے گرم شدہ پانی سے غسل نہ کرو کہ اس سے برص پیدا ہوتا ہے، دارقطنی اور ابو نعیم نے ام المؤمنین سے روایت کی کہ آپ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیلئے آفتاب سے پانی گرم کیا تو آپ نے فرمایا: آیندہ ایسا نہ کرنا اے حمیراء کیونکہ اس سے برص پیدا ہوتا ہے۔ اور علماء نے اس میں کچھ قیود لگائی ہیں مثلًا یہ کہ گرم پانی گرم علاقہ میں ہو، گرم وقت میں ہو، یہ کہ پانی کسی دھات کے بنے ہوئے برتن میں جیسے پانی لوہے تانبے کے برتن میں گرم ہوا ہو اصح قول کے مطابق مگر سونے چاندی کے برتن میں گرم نہ کیا گیا ہو معتمد قول کے مطابق مٹی کھال پتھّر اور لکڑی کے برتنوں کو دھوپ میں رکھ کر گرم نہ کیا گیا ہو۔ حوض اور گڑھے میں سورج کا گرم شدہ پانی قطعًا نہ ہو، یہ پانی بدن میں استعمال ہوا ہو، اگرچہ پی لیا تو بھی یہی خطرہ ہے، کپڑے دھوئے تو حرج نہیں، ہاں اگر کپڑا دھو کر تر ہی پہن لیا تو خطرہ ہے، یا کپڑا پہنا اور جسم پر پسینہ تھا، یہ پانی گرم استعمال کیا جائے اگر ٹھنڈا ہونے کے بعد استعمال کیا تو حرج نہیں، اصح قول یہی ہے، اور ایک قول یہ بھی ہے

[44] سنن الدارقطنی باب الماء المسخن نشر السنۃ ملتان ۱/ ۳۹

[45] سنن الدارقطنی باب الماء المسخن نشر السنۃ ملتان ۱/ ۳۸

مالم یبرد واللہ تعالٰی اعلم۔	کہ فرق نہیں، اور یہی صحیح ہے، اس کی توجیہ بھی ہے اور اس پر رد ہے، تو اول کی وجہ زیادہ درست ہے، ایک قول یہ ہے کہ برتن کھُلا ہوا نہ ہو، اور راجح ولو کان الاناء منکشفا ہے (یعنی اگرچہ برتن کھلا ہو) تو خلاصہ یہ ہے کہ دھوپ کے گرم پانی کا سونے چاندی کے علاوہ کسی اور دھات کے برتن سے جسم پر پہنچانا، گرم وقت میں اور گرم علاقہ میں بلا ٹھنڈا کیے ممنوع ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

اور **تحقیق** یہ ہے کہ ہمارے نزدیک بھی اُس پانی سے وضو وغسل مکروہ ہے کما صرح بہ فی الفتح والبحر والدرایۃ والقنیۃ والنہایۃ (جیسا کہ فتح، بحر، درایہ، قنیہ اور نہایہ میں صراحت کی گئی ہے۔ ت) اور یہ کراہت شرعی تنزیہی ہے

کما اشار الیہ فی الحلیۃ والامداد ھذا ماحققہ ش خلافا للتنویر والدر حیث نفیا الکراھۃ اصلا ویمکن حمل التنویر علی التحریم اما الدر فصرح انھا طبعیۃ عند الشافعیۃ وھو خلاف نصھم۔ **اقول:** (۲) وزیادۃ التنویر قید القصد حیث قال وبماء قصد تشمیسہ لیس اتفاقیا بل الدلالۃ علی الاول واشارۃ الی نفی ماوقع فی المعراج ان الکراھۃ مقیدۃ عند الشافعی بالقصد فافھم۔	جیسا کہ حلیہ اور امداد میں اشارہ کیا "ش" نے یہی تحقیق کی، تنویر اور دُر میں اس کے خلاف ہے، ان دونوں حضرات نے مطلقًا کراہت کا انکار کیا ہے، اور تنویر کی عبارت کو مکروہ تحریمی پر محمول کرنا ممکن ہے مگر در میں یہ تصریح کی گئی ہے کہ شافعیہ کے نزدیک وہ کراہت طبعیہ ہے اور یہ ان کی تصریحات کے خلاف ہے۔ (ت) **میں کہتا ہوں** تنویر میں ارادہ کی قید کا اضافہ ہے انہوں نے فرمایا "اور اس پانی سے جس کو دھوپ میں قصداً گرم کیا گیا ہے، یہ قید اتفاقی نہیں ہے بلاکہ پہلی پر دلالت کے لئے ہے اور جو معراج میں فرمایا ہے اسکی نفی کیلئے ہے کہ شافعیوں کے نزدیک کراہت اس وقت ہے جب بالقصد ہو فافہم۔ (ت)

(۱۱) عورت کی طہارت سے بچا ہوا پانی اگرچہ جنب یا حائض ہو اگرچہ اس پانی سے خلوتِ تامّہ میں اُس نے طہارت کی ہو، خلافا لاحمد والمالکیۃ (اس میں احمد اور مالکیہ کا اختلاف ہے۔ ت) ہاں مکروہ (۳) ضرور ہے۔

بل فی السراج لایجوز للرجل ان یتوضأ ویغتسل بفضل وضؤ المرأۃ[46] اھ وھو نص	بلکہ سراج میں ہے کہ مرد کو جائز نہیں کہ وہ عورت کے غسل یا وضو کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرے اھ

---

[46] ردالمحتار　مکروہات الوضوء　مصطفی البابی مصر ۱/ ۹۸

فی کراھۃ التحریم واستظھرھا ط من قول الدر من منھیاتہ التوضی بفضل ماء المرأۃ[47] قال وفیہ نظر واجاب ش بانہ یشمل المکروۃ تنزیھا فانہ منھی عنہ اصطلاحا حقیۃ کما قدمناہ عن التحریر[48] اھ۔ وعللہ ط بخشیۃ التلذذ وقلۃ توقیھن النجاسات لنقص دینھن قال وھذا یدل علی ان کراھتہ تنزیھیۃ[49]۔

اقول: علی (۱) الاول یعم النھی عکسہ اعنی توضوء المرأۃ من فضل طھورہ وفیہ کلام یاتی اما الثانی۔

فاوّلاً: یقتضی (۲) تعمیمہ رجال البدو والعبید والجھلۃ واشد من الکل (۳) العمیان فلا تبقی خصوصیۃ للمرأۃ۔

وثانیًا: لا یتقید بطھورھا فضلا عن اختلائھا بہ لك اذن یکفی مسھا۔

وثالثًا: (۵) فی قلۃ توقیھن النجاسات نظر ونقص دینھن ان احدٰھن تقعد شطر دھرھا لاتصوم ولا تصلی کما فی الحدیث وھذا لیس من صنعھا الا ان یعلل بغلبۃ

باور یہ مکروہ تحریمی میں نص ہے، اور طحطاوی نے اس پر دُر کے قول "عورت کے باقیماندہ پانی سے وضوء نہ کیا جائے" سے استدلال کیا ہے، فرمایا اس میں نظر ہے، اور 'ش' نے جواب دیا کہ یہ مکروہ تنزیہی کو شامل ہے کہ یہ منہی عنہ ہے اصطلاحی طور پر حقیقۃً جیسا کہ ہم نے تحریر سے نقل کیا اھ اور طحطاوی نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس میں ایک تو تلذذ کا خطرہ ہے اور دوسرا یہ کہ وہ اپنے دینی نقصان کی وجہ سے نجاستوں سے نہیں بچتی ہیں، فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مراد کراہت تنزیہی ہے اھ۔ (ت)

میں کہتا ہوں پہلے قول کے مطابق نہی اُس کے عکس کو شامل ہے یعنی عورت کا مرد کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کرنا، اس میں کچھ بحث ہے جو آئے گی۔ رہا دوسرا قول تو اس میں پہلی چیز یہ ہے کہ یہ دیہاتی، غلام اور جاہل سب کو عام ہے، اور سب سے زیادہ نابینا لوگوں کو۔ تو اس میں عورت کی کوئی خصوصیت نہیں۔ اور **ثانیا**، یہ قید نہیں کہ اس کا طہور ہو چہ جائیکہ عورت کا خلوت میں اس کو استعمال کرنا، بلاکہ اس کا محض پانی کو چھُولینا بھی کافی ہوگا۔ اور تیسرا یہ کہ اُن کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ نجاستوں سے کم بچتی ہیں اس میں اعتراض ہے،

[47] طحطاوی علی الدرالمختار مکروہات الوضوء بیروت ۱/ ۷۶
[48] ردالمحتار مکروہات الوضوء مصطفی البابی مصر ۱/ ۹۸
[49] طحطاوی علی الدرالمختار مکروہات الوضوء بیروت ۱/ ۷۶

الجهل عليهن فيشار كهن العبيد والاعراب۔ **ورابعاً:** (ا) العلة توجد في حق المرأة الاخرى والكراهة خاصة بالرجل وجعل ش النهى تعبدياً۔ **اقول:** وهو الاولى لما عرفت عدم انتهاض العلل وبه صرحت الحنابلة ولا بدلهم عن ذلك اذعدم الجواز لايعقل له وجه اصلا وكونه تعبديا لما رواه الخمسة عـــه انه صلى الله تعالٰى عليه وسلم نهى ان يتوضأ الرجل بفضل طهور المرأة [50] ثم ذكر عن غرر الافكار نسخه بحديث مسلم ان	اور ان کے دین کا نقص محض یہ ہے کہ وہ ایک زمانہ تک گھر بیٹھتی ہے نہ روزہ رکھتی ہے اور نہ نماز پڑھتی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے، اور اس میں اس کا اپنا کوئی اختیار نہیں، ہاں اس کی تعلیل یہ ہو سکتی ہے کہ ان میں جہل کا غلبہ ہوتا ہے تو یہ بات غلاموں اور دیہاتی لوگوں میں بھی ہوتی ہے۔ چوتھے، یہ علّت دوسری عورت کے حق میں بھی پائی جاتی ہے حالانکہ کراہت مرد کے ساتھ خاص ہے اور "ش" نے اس مخالفت کو محض تعبّدی امر قرار دیا ہے۔ (ت)

عـــه: اقول المعروف فى اطلاق الخمسة ارادة الستة الا البخارى وهذا انما رواه احمد والاربعة نعم هو اصطلاح عبدالسلام ابن تيمية فى المنتقى لانه ادخل الامام احمد فى الجماعة فاذ اراده غير الشيخين قال رواه الخمسة منه غفرله۔ (م)

میں کہتا ہوں عام طور پر خمسہ کا اطلاق بخاری کے علاوہ باقی اصحابِ ستّہ پر ہوتا ہے جبکہ اس کو امام احمد اور اربعہ نے روایت کیا ہے۔ ہاں منتقی میں عبدالسلام ابن تیمیہ کی یہ اصطلاح ہے کہ کیونکہ وہ امام احمد کو بھی اصحابِ صحاح کی جماعت میں داخل کرتے ہیں جس حدیث کو شیخین کے علاوہ باقی اصحابِ صحاح نے روایت کیا ہو تو کہتے ہیں رواہ الخمسة منه غفرله (ت)

[50] ردالمحتار مکروہات الوضوء البابی مصر ۱/ ۹۸

میمونه قالت اغتسلت من جفنة ففضلت فیها فضلة فجاء النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم یغتسل فقلت انی اغتسلت منه فقال الماء لیس علیه جنابة قال ش مقتضی النسخ انه لایکره عندنا ولا تنزیها وفیه ان دعوی النسخ تتوقف علی العلم بتأخرا لناسخ ولعله ماخوذ من قول میمونة رضی الله تعالٰی عنها انی قد اغتسلت فانه یشعر بعلمها بالنهی قبله قال وقد صرح الشافعیة بالکراهة فینبغی کراهته وان قلنا بالنسخ مراعاة للخلاف فقد صرحوا بانه یطلب مراعاة الخلاف وقد علمت انه لایجوز التطهیر به عند احمد[51] اھ۔

اقول: ولاقرب الی الصواب ان لانسخ ولا تحریم بل النهی للتنزیه والفعل لبیان الجواز وهو الذی مشی علیه القاری فی المرقاة نقلا عن السید جمال الدین الحنفی وبه اجاب الشخ عبدالحق الدهلوی فی لمعات التنقیح ان النهی تنزیه لاتحریم فلا منافاة[52] وقال فی الباب قبله اجیب

میں کہتا ہوں یہی بات بہتر ہے، کیونکہ دوسری علتیں درست نہیں ہے، اور حنبلی حضرات نے بھی یہ علت بیان کی ہے، اور ایسا کرنا ان کیلئے ضروری تھا، کیونکہ عدم جواز کی کوئی وجہ موجود نہیں، اور اس کے تعبدی ہونے پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جو پانچوں محدثین نے نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کرنے کی ممانعت فرمائی، پھر غرر الافکار کے حوالہ سے اس کا منسوخ ہونا نقل کیا۔ اس میں مسلم کی حدیث ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کہ انہوں نے ایک ٹب میں غسل کیا اس میں کچھ پانی بچ گیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے غسل کا ارادہ فرمایا" تو انہوں نے عرض کی کہ "ہم نے اس سے غسل کیا ہے"۔ آپ نے فرمایا "پانی پر جنابت کا اثر نہیں ہوتا"۔ ش نے فرمایا نسخ کا تقاضا یہ ہے کہ ہمارے نزدیک نہ وہ مکروہ تحریمی ہے نہ مکروہِ تنزیہی، اس میں اعتراض ہے کہ نسخ کا دعوی اس پر موقوف ہے کہ ناسخ کے متاخر ہونے کا علم ہو، اور شاید یہ حضرت میمونہ کے اس قول سے ماخوذ ہے کہ میں نے غسل کیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اس سے قبل ہی نہی کا علم تھا، اور شافعیہ نے کراہت کی تصریح کی ہے تو چاہئے کہ یہ مکروہ ہو، اگرچہ ہم اختلاف کی رعایت کرتے ہوئے نسخ کا قول کریں، کیونکہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ خلاف کی رعایت کی جائے اور یہ تو آپ جان ہی چکے ہیں کہ احمد کے نزدیک اس پانی سے طہارت جائز نہیں اھ۔ (ت) **میں کہتا ہوں** زیادہ صحیح بات یہ ہوگی کہ نہ تو نسخ ہے اور نہ ہی تحریم ہے بلاکہ نہی محض تنزیہی ہے اور فعل بیان جواز کے لئے ہے مُلّا علی قاری نے بھی مرقاۃ میں سید جمال الدین حنفی سے یہی نقل کیا ہے اور لمعات التنقیح میں محدث عبدالحق دہلوی نے بھی یہی جواب دیا ہے کہ نہی تنزیہی ہے تحریمی نہیں

---

[51] ردالمحتار مکروہات الوضوء البابی مصر ۹۸/۱

[52] لمعات التنقیح باب مخالطۃ الجنب المعارف العلمیہ لاہور ۲/ ۱۲۲

ان تلك عزيمة وهذا رخصة[53] اھ وبهذا جزم فی الاشعة من باب مخالطة الجنب وقال الامام العينی فی عمدة القاری اما فضل المرأة فيجوز عند الشافعی الوضوء به للرجل سواء خلت به اولا قال البغوی وغيره فلا كراهة فيه للاحاديث الصحيحة فيه وبهذا قال مالك وابو حنيفة وجمهور العلماء وقال احمد وداود لايجوز اذا خلت به و روی هذا عن عبدالله بن سرجس والحسن البصری و روی عن احمد كمذهبنا وعن ابن المسيب والحسن كراهة فضلها مطلقًا[54] اھ واذ احملنا المنفية علی كراهة التحريم لم ينافِ ثبوت كراهة التنزيه وكيفما(۱) كان فما فی السراج غريب جدا ولم يستند لمعتمد وخالف المعتمدات ونقول الثقات ولا يظهر له وجه وقد قال(۲) فی كشف الظنون السراج الوهاج عده المولی المعروف ببركلی جملة الكتب المتداولة الضعيفة غير المعتبرة اھ قال چلپی ثم اختصر هذا الشرح وسماه الجوهر النير[55] اھ۔

اقول: بل الجوهرة النيرة وهی من

تو کوئی منافاۃ نہیں، اس پہلے باب میں فرمایا کہ ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ وہ عزیمۃ تھی اور یہ رخصۃ ہے اھ اور اشعۃ اللمعات میں اسی پر جزم کیا ہے عینی نے عمدۃ القاری میں فرمایا ہے عورت کا بچے ہوئے پانی سے امام شافعی کے نزدیک مرد کیلئے وضو جائز ہے خواہ اُس عورت نے اس سے خلوت کی ہو یا نہ کی ہو بغوی وغیرہ نے فرمایا تو اس میں کراہت نہیں ہے کہ صحیح احادیث اس بارے میں موجود ہیں یہی قول مالک، ابو حنیفہ اور جمہور علماء کا ہے، اور احمد اور ابو داؤد نے فرمایا کہ جب عورت اس پانی کے ساتھ خلوت کرے تو جائز نہیں، یہ قول عبداللہ بن سرجس اور حسن بصری سے منقول ہے، اور احمد کی ایک روایت مذہب ابی حنیفہ کے مطابق ہے، اور ابن المسیّب اور حسن سے اس بچے ہوئے کی کہ کراہت مطلقًا منقول ہے اھ اور اگر ہم منفی کو کراہتِ تحریم پر محمول کریں تو اس سے کراہت تنزیہی کے ثبوت کی نفی لازم نہ آئے گی، بہر صورت جو سراج میں ہے وہ بہت ہی غریب ہے اور کسی معتمد کتاب کی سند اس پر موجود نہیں، بلاکلہ کتب معتمدہ اور نقول مستندہ کے صریح خلاف ہے، اور اس کی کوئی وجہ ظاہر نہیں ہوتی ہے، کشف الظنون میں ہے کہ سراج الوہاج کو مولی المعروف بر کلی نے کتبِ متداولہ، ضعیفہ غیر معتبرہ میں شمار کیا ہے اھ اور چلپی نے فرمایا پھر اس کتاب کو مختصر کیا گیا اور اس کا نام جوہر نیر ہوا اھ (ت) **میں کہتا ہوں** بلاکلہ جوہرہ نیرہ ہے اور وہ کتب معتبرہ سے

---

[53] لمعات التنقیح باب الغسل المعارف العلمیہ لاہور ۲/ ۱۱۲

[54] عمدۃ القاری وضوء الرجل مع امرأتہ مصر ۳/ ۸۳

[55] کشف الظنون ذکر مختصر القدوری بغداد ۲/ ۱۶۳

الکتب المعتبرۃ کما نص علیہ فی ردالمحتار ونظیرہ(۱) ان مجتبی النسائی المختصر من سننہ الکبرٰی من الصحاح دون الکبری۔

ثم اقول: ھھنا اشیاء یطول الکلام علیھا ولنشر الی بعضھا اجمالا منھا(۲) لاتبتنی کراھتہ مطلقا علی قول الامام احمد بعدم الجواز لانہ مخصوص عندہ بالاختلاء ومنھا(۳) ان مراعاۃ الخلاف انما ھی(۴) مندوب الیھا فیما لایلزم منھا مکروہ فی المذھب کما نص علیہ العلماء منھم العلامہ ش نفسہ وترک(۵) المندوب لایکرہ کما نصوا علیہ ایضا منھم نفسہ فی ھذا الکتاب فکیف تبتنی الکراھۃ علیھا لاسیما بعد تسلیم(۶) ان نسخ التحریم ینفی کراھۃ التنزیہ ایضا ومنھا(۷) ھل الحکم مثلہ فی عکسہ ای یکرہ لما ایضا فضل طھورہ روی احمد وابو داود والنسائی عن رجل صحب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اربع سنین وابن ماجۃ عن عبداللہ بن سرجس رضی اللہ تعالٰی عنھما نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان تغتسل المرأۃ بفضل الرجل اویغتسل بفضل المرأۃ[56] لکن قال الشیخ ابن حجر

ہے جیسا کہ اس کی صراحت ردالمحتار میں موجود ہے اور اس کی نظیر یہ ہے کہ نسائی کی مجتبٰی جو ان کی سنن کبرٰی سے مختصر ہے صحاح میں شمار ہوتی ہے جبکہ کبری صحاح میں شمار نہیں ہوتی۔ (ت)

پھر میں کہتا ہوں یہاں بعض چیزیں ایسی ہیں جن سے کلام میں طوالت ہوگی تاہم کچھ کا ذکر اجمالی طور پر کیا جاتا ہے، کراہت کی بنیاد مطلقاً امام احمد کے عدمِ جواز کا قول نہیں، کیوں کہ اُن کے نزدیک یہ قول خلوت کے ساتھ مختص ہے، خلاف کی رعایت ایسے امور میں مندوب ہے جن میں اپنے مذہب کا کوئی مکروہ لازم نہ آئے جیسا کہ علماء نے اس کی صراحت کی ہے، خود علامہ 'ش' نے ایسا ہی کیا ہے اور مندوب کا ترک مکروہ نہیں جیسا کہ فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے خود 'ش' نے اس کتاب میں صراحت کی ہے، تو پھر کراہت اس پر کیسے مبنی ہوگی؟ خاص طور پر جبکہ اس امر کو تسلیم کرلیا گیا کہ تحریم کا منسوخ ہوجانا تنزیہی کراہت کی بھی نفی کرتا ہے، کیا اس کے عکس میں بھی ایسا ہی حکم ہوگا؟ یعنی عورت کیلئے بھی مرد کا چھوڑا ہوا پانی استعمال کرنا مکروہ ہوگا؟ تو احمد، ابو داود اور نسائی نے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ایک صحابی جو چار سال تک آپ کے ساتھ رہے، سے روایت کی اور ابن ماجہ نے عبداللہ بن سرجس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز سے منع کیا کہ عورت

---

56 مشکوۃ المصابیح باب مخالطۃ الجنب مجتبائی دہلی ص۵۰

المکی فی شرح المشکوٰۃ لاخلاف فی ان لھا الوضوءبفضلہ [57]اھ وقال ایضا ان احدالم یقل بظاھرہ ومحال ان یصح وتعمل الامۃ کلھا بخلافہ [58]اھ وتعقبہ الشیخ المحقق الدھلوی فی اللمعات بقولہ قد قال الامام احمد بن حنبل مع مافیہ من التفصیل والخلاف فی مشایخ [59]مذھبہ الی اخر ماذکر من خلافیاتھم۔

اقول: (۱) رحم اللہ الشیخ ورحمنا بہ کلام ابن حجر فی وضوئھا بفضلہ وقول الامام احمد وخلافیات مشایخ مذھبہ فی عکسہ نعم قال الامام العینی فی العمدۃ حکی ابو عمر خمسۃ مذاھب الثانی یکرہ ان یتوضأ بفضلھا وعکسہ والثالث کراھتہ فضلھا لہ والرخصۃ فی عکسہ والخامس لاباس بفضل کل منھما وعلیہ فقھاء الامصار [60]اھ ملتقطا فھذا یثبت الخلاف واللہ تعالٰی اعلم۔

مرد کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرے یا مرد عورت کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرے۔ مگر شیخ ابن حجر مکّی نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا کہ اس میں اختلاف نہیں کہ عورت مرد کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کر سکتی ہے اھ۔ نیز فرمایا کہ کسی ایک نے بھی اس کے ظاہر کے خلاف نہیں فرمایا اور یہ محال ہے کہ ایک چیز صحیح بھی ہو اور تمام اُمّت اس کے خلاف عمل پیرا ہو اھ۔ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لمعات میں اس پر رد کیا اور فرمایا احمد بن حنبل نے جو فرمایا ہے اس میں تفصیل ہے اور ان کے مذہب کے مشائخ میں بھی اختلاف رہا ہے، پھر وہ اختلاف ذکر کیا۔ (ت)

میں کہتا ہوں اللہ رحم کرے شیخ پر اور ہم پر، ابن حجر نے مرد کے بچے ہوئے پانی سے عورت کے وضو کرنے کی بابت جو کلام کیا ہے اور امام احمد کا قول اور ان کے مشائخ مذہب کے اختلافات اس کے برعکس صورت میں ہیں، ہاں عینی نے عمدہ میں فرمایا کہ ابو عمر نے پانچ مذاہب گنائے ہیں، ان میں دوسرا یہ ہے کہ مرد کا عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا مکروہ ہے اور اس کا عکس بھی مکروہ ہے اور تیسرا یہ ہے کہ عورت کا بچا ہوا مرد کیلئے مکروہ ہے اور اس کے عکس میں رخصت ہے اور پانچواں یہ ہے کہ دونوں کے بچے ہوئے پانی میں کچھ حرج نہیں، اور اسی پر شہروں کے فقہاء ہیں اھ۔ ملتقطاً، اس سے خلاف ثابت ہوتا ہے **واللہ تعالٰی اعلم** (ت)

(۱۲) اُس کنویں یا[۲] حوض کا پانی جس سے بچّے عورتیں گنوار جہّال فسّاق ہر طرح کے لوگ اپنے میلے کچیلے

---

[57] شرح المشکوٰۃ لابن حجر

[58] شرح المشکوٰۃ لابن حجر

[59] لمعات التنقیح باب مخالطۃ الجنب المعارف العلمیہ لاہور ۲/ ۱۳۰

[60] عمدۃ القاری باب وضوء الرجل مع امرأتہ مصر ۳/ ۸۵

گھڑے ڈال کر پانی بھریں جب تک نجاست معلوم نہ ہو فتح القدیر میں ہے:

یتوضوء من البئر التی یدلی فیہ الدلاء والجرار الدنسۃ یحملھا الصغار والعبید الذین لایعلمون الاحکام ویمسھا الرستاقیون بالایدی الدنسۃ مالم یتعلم نجاسۃ[61]۔	جس کو کنوئیں میں بچّے اور غلام میلے ڈولوں اور ٹھلیوں سے پانی بھرتے ہوں اور جن کو سقّے مَیلے ہاتھ لگاتے ہوں ایسے کنوؤں سے وضو کرنے میں حرج نہیں، ہاں اگر نجاست کا یقین ہو تو جائز نہیں (ت)

اشباہ والنظائر میں ہے:

قال الامام محمد حوض تملؤ منہ الصغار والعبید بالایدی الدنسۃ والجرار الوسخۃ یجوز الوضوء منہ مالم تعلم نجاسۃ[62]۔	امام محمد نے فرمایا وہ حوض جس سے چھوٹے بچّے اور غلام پانی بھرتے ہوں، اُن کے ہاتھ اور ٹھلیاں مَیلی ہوں تو جب تک نجاست کا یقین نہ ہو اس سے وضو جائز ہے۔ (ت)

(۱۳) وہ پانی جس میں ایسا برتن ڈالا گیا ہو جو زمین پر رکھا جاتا ہے جس کے پیندے کی طہارت پر یقین نہیں جب تک نجاست پر یقین نہ ہو فتح القدیر میں ہے:

قالوا ولاباس بالتوضی من حب یوضع کوزہ فی نواحی الدار ویشرب منہ مالم یعلم بہ قذر[63]۔	فقہاء نے فرمایا وہ تالاب جس کے کوزے گھر کے گوشے میں رکھے جاتے ہوں اور اس سے پانی پیا جاتا ہو تو اُس سے وضو کرنے میں حرج نہیں، جب تک اس کی گندگی کا علم نہ ہو۔ (ت)

حدیقہ ندیہ میں جامع الفتاوٰی سے ہے:

وکذا الکوز الموضوع فی الارض اذا ادخل فی الحب للشرب منہ یعنی یجوز مالم یعلم النجاسۃ[64]۔	اسی طرح وہ لوٹا جو زمین پر رکھا ہوا ہو جب اس کو تالاب میں ڈال کر اس سے پینے کیلئے پانی نکالا جائے تو اس سے وضو جائز ہے، یعنی جب تک نجاست کا علم نہ ہو۔ (ت)

یہی حکم اُن ۲ لوٹوں کے پیندوں کا ہے جو زمین پر رکھے جاتے بلالکہ بیت الخلاء میں لے جاتے ہیں جبکہ موضع نجاست

---

[61] فتح القدیر　غدیر عظیم　سکھر　۱/ ۷۲

[62] الاشباہ والنظائر　الیقین لایزول بالشک　ادارۃ القرآن کراچی　۱/ ۸۷

[63] فتح القدیر　غدیر عظیم　سکھر　۱/ ۷۲

[64] حدیقہ ندیہ　صنف ثانی من المصنفین　نوریہ رضویہ فیصل آباد　۲/ ۶۶۷

سے جُدا ہوں۔

(۱۴) ہنود' وغیرہم کفار کے کنوؤں یا برتنوں کا پانی اس سے طہارت ہو سکتی ہے جب تک نجاست معلوم نہ ہو مگر کراہت رہے گی جب تک طہارت نہ معلوم ہو کہ وہ مظنّۂ ہر گونہ نجاست ہیں عینی شرح بخاری میں زیرِ اثر **توضأ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ من بیت نصرانیۃ** (حضرت عمر نے ایک نصرانی عورت کے گھر سے وضو کیا۔ ت) فرمایا:

الذی یدل ھذا الاثر جواز استعمال میاھھم ولکن یکرہ استعمال اوانیھم وثیابھم سواء فیہ اھل الکتاب وغیرھم وقال الشافعیۃ فان تیقن طھارتھا فلا کراھۃ ولا نعلم فیھا خلافا واذا تطھر من اناء کافر ولم یتیقن طھارتہ ولا نجاستہ فان کان من قوم لایتدینون باستعمالھا صحت طھارتہ قطعا والا وجھان اصحھما الصحۃ وممن کان لایری بأسا بہ الاوزاعی والثوری وابو حنیفۃ والشافعی واصحابھما وقال ابن المنذر لااعلم احدا کرھہ الا احمد وابن اسحٰق قلت وتبعھما اھل الظاھر واختلف قول مالك ففی المدونۃ لایتوضوء بسؤر النصرانی ولا بمأ ادخل یدہ فیہ وفی العتبیۃ اجازہ مرۃ وکرھہ اخری [65] اھ	اس اثر سے جو بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ان کے پانیوں کا استعمال جائز ہے لیکن ان کے برتنوں اور کپڑوں کا استعمال مکروہ ہے اس میں اہل کتاب اور غیر اہل کتاب برابر ہیں اور شافعی حضرات فرماتے ہیں اگر ان کی پاکی کا یقین ہو تو کراہت بھی نہیں، اور ہم اس میں کوئی اختلاف نہیں جانتے اور جب کسی برتن سے کسی کافر نے پاکی حاصل کی اور اس کی طہارت و نجاست میں سے کسی کا یقین نہیں، تو اگر وہ ایسے لوگوں کا برتن ہے جو نجاست کے استعمال کو جائز نہیں سمجھتے، تو اس کو طہارت قطعًا ثابت ہے ورنہ اس میں دو صورتیں ہیں، دونوں میں اَصَحّ صحت ہے، امام اوزاعی، ثوری، ابو حنیفہ، امام شافعی اور دونوں کے اصحاب اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے، اور ابنِ منذر فرماتے ہیں میں کسی کو نہیں جانتا جس نے اس کو مکروہ سمجھا ہو سوائے احمد اور ابن اسحاق کے، میں کہتا ہوں اہلِ ظاہر نے ان دونوں کی متابعت کی اور مالک کے قول میں اختلاف پایا جاتا ہے، مُدوّنہ میں ہے نصرانی کے جھُوٹے سے اور اُس پانی سے جس میں اُس نے اپنا ہاتھ ڈالا ہو وضو نہ کیا جائے، اور عتبیہ میں ایک قول جواز کا ہے اور ایک کراہۃ کا۔ (ت)

[65] عمدۃالقاری باب وضوءالرجل مع امراتہٖ مصر ۳/ ۸۲

اقول: افاد کراھۃ التحریم لمقابلتھا بالاجازۃ وھی محمل قول احمد واسحٰق ونفی البأس مرجعہ الی خلاف الاول وقد بینا المسألۃ بابسط مماھنا فی فتاوٰنا۔	بلکہ اجازت سے ہے، اور اسی پر احمد اور اسحاق کے قول کو محمول کیا گیا ہے اور جہاں بأس کی نفی ہے اس کا مطلب خلاف اولٰی ہے، ہم نے اس مسئلہ کو بہ نسبت اِس مقام کے اپنے فتاوٰی میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ (ت) **میں کہتا ہوں** اس سے کراہت تحریمی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس کا مقاب

ذخیرہ میں ہے:

یکرہ الاکل(۱) والشرب فی اوانی المشرکین قبل الغسل لان الغالب الظاھر من حال اوانیھم النجاسۃ[66]۔	مشرکین کے برتنوں میں دھونے سے پہلے کھانا پینا مکروہ ہے کیونکہ ان کے برتن میں بظاہر ناپاک ہوتے ہیں۔ (ت)

(۱۵) جس پانی۲ میں بچّہ نے ہاتھ یا پاؤں ڈال دیا یہاں بھی وہی حکم ہے کہ قابلِ طہارت ہے جب تک نجاست پر یقین نہ ہو مگر اولٰی احتراز ہے جب تک طہارت پر یقین نہ ہو۔ ہندیہ میں ہے:

اذا ادخل الصبی یدہ فی کوزماء اورجلہ فان علم ان یدہ طاھرۃ بیقین یجوز التوضؤ بہ وان کان لایعلم انھا طاھرۃ اونجسۃ فالمستحب ان یتوضأ بغیرہ ومع ھذا لوتوضأ اجزأہ کذا فی المحیط[67]۔	بچّے نے پانی کے کُوزے میں اگر ہاتھ یا پیر ڈالا تو اگر یقین سے یہ معلوم ہے کہ اس کا ہاتھ یا پَیر پاک ہے تو اس سے وضو جائز ہے اور اگر معلوم نہیں کہ وہ پاک ہے یا ناپاک، تو مستحب یہ ہے کہ دوسرے پانی سے وضو کیا جائے، لیکن اگر وضو کر ہی لیا تو جائز ہے کذا فی المحیط۔ (ت)

(۱۶) یوں ہی ۳ جس میں مشکوک کپڑا گر گیا حتی کہ بچّے کے نہالچے کی روئی جبکہ نجاست معلوم نہ ہو مگر کراہت ہے کہ مظنہ زیادہ ہے، جواہر الفتاوٰی باب اول فتاوٰی امام رکن الدین ابوالفضل کرمانی میں ہے:

قطعۃ قطن من فراش صبی وقعت فی بئرولا یدری انھا نجسۃ ام طاھرۃ	بچّے کے بچھونے سے رُوئی کا ایک ٹکڑا کُنویں میں گر گیا اور یہ معلوم نہیں کہ یہ پاک ہے یا ناپاک، تو محض شک

[66] حدیقہ ندیۃ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۱۲۷

[67] فتاوٰی ہندیۃ فصل فیمالایجوزبہ التوضؤ پشاور ۱/ ۲۵

قال لایحکم بکونہا نجسۃ بالشك والاحتمال ولو احتیط ونزح کان اولی[68]۔	اور احتمال کی بنا پر اس کی نجاست کا حکم نہیں دیا جائیگا اور اگر احتیاط سے کام لیا جائے اور تمام پانی نکال دیا جائے تو بہتر ہے۔(ت)

(۱۷) وہ پانی جس میں استعمال جُوتا گر گیا جبکہ نجاست نہ معلوم ہو یہاں پر بھی وہی حکم ہے تاتارخانیہ پھر طریقہ وحدیقہ میں ہے:

سئل الامام الخجندی عن رکیۃ وھی البئر وجد فیہا خف ای نعل تلبس ویمشی بہا صاحبہا فی الطرقات لایدری متی وقع فیہا ولیس علیہ اثر النجاسۃ ھل یحکم بنجاسۃ الماء قال لا[69] اھ ملخصاً۔	امام خجندی سے ایسے کنویں کی بابت دریافت کیا گیا جس میں ایسا موزہ (ہلکا جوتا) پایا گیا جسے پہن کر عام راستوں پر چلا جاتا ہے، اور یہ معلوم نہیں کہ وہ کب گرا ہے، اور اس پر بظاہر نجاست کا اثر بھی نہیں تو کیا کنواں ناپاک ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں اھ(ت)

(۱۸تا۲۱) شکاری پرندوں اور حشرات الارض اور بلّی اور چھوٹی ہوئی مرغی کا جھوٹا جبکہ طہارت یا نجاست پر یقین نہ ہو یہ اُس وقت مکروہ ہے جبکہ دوسرا صاف پانی موجود ہو وقد بیناہ فی فتاونا (ہمارے فتاوٰی میں بیان کردیا گیا ہے۔ت)

(۲۲) اُس جانور کا جھوٹا جس میں خون سائل نہیں جیسے بچھّو وغیرہ اس میں کراہت بھی نہیں۔ درمختار میں ہے:

سؤر مالادم لہ طاھر طھور بلاکراھۃ[70]۔	اس جانور کا جھُوٹا جس میں خون سائل نہیں بلاکراہت پاک اور پاک کرنے والا ہے۔(ت)

(۲۳) حوض[۲] کا پانی جس میں بدبُو آتی ہو جبکہ اُس کی بُو نجاست کی وجہ سے ہونا معلوم نہ ہو۔ خانیہ میں ہے:

یجوز التوضوء فی الحوض الکبیر المنتن اذالم تعلم نجاسۃ لان تغیر الرائحۃ	بڑے حوض میں اگر بدبو ہو تو بھی اس سے وضوء جائز ہے بشرطیکہ اس میں نجاست معلوم نہ ہو کیونکہ

[68] جواہر الفتاوٰی

[69] حدیقہ ندیۃ صنف ثانی من الصنفین نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۷۴

[70] الدرالمختار فی البئر مجتبائی دہلی ۱/ ۴۰

قد یکون بطول المکث[71] اھ **اقول:** وکذا الصغیر وانما قید بالکبیر لاجل فی معناہ ان الکبیر اذا تغیر احد اوصافہ بنجس ینجس فالحوض الکبیر المنتن قدیتوقاہ الموسوس توھما ان نتنہ بالنجس فافادانہ وھم لایعتبر۔	پانی کے ٹھہرے رہنے کی وجہ سے بھی کبھی بدبُو پیدا ہوجاتی ہے اھ (ت) **میں کہتا ہوں** چھوٹے حوض کا بھی یہی حکم ہے، بڑے کی قید محض اس لئے لگائی ہے کہ بڑے حوض کا پانی جب نجاست کی وجہ سے متغیر ہوجائے اور اس کا کوئی وصف بدل جائے تو نجس ہے اگر بڑے حوض میں بدبو پائی جائے تو وہمی شخص اس سے پرہیز کرسکتا ہے کہ شاید اس کی بدبو نجاست کے باعث ہے، لیکن اس عبارت سے یہ بتادیا کہ یہ وہم معتبر نہیں ہے۔ (ت)

(۲۴) مولٰی کریم رؤف رحیم عزجلالہ، اپنے حبیب اکرم رحمتِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وجاہت کریمہ کے صدقہ میں اپنے غضب سے دونوں جہان میں بچائے جس بستی پر (۱) عیاذًا باللہ عذاب اُترا اُس کے کُنوؤں تالابوں کا پانی کہ اُس کا استعمال کھانے پینے طہارت ہر شے میں مکروہ ہے یوں ہی اس کی مٹی سے تیمّم، ہاں زمین (۲) ثمود کا وہ کُنواں جس سے ناقۂ صالح علیہ الصلٰوۃ والسلام پانی پیتا اُس کا پانی مستثنٰی ہے، صحاح میں ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم ہمراہ رکاب اقدس حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم زمین ثمود پر اُترے وہاں کے کنوؤں سے پانی بھرا اُس سے آٹے گوندھے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ پانی پھینک دیں اور آٹا اونٹوں کو کھلادیں چاہِ ناقہ سے پانی لیں۔ ردالمحتار میں ہے:

ینبغی کراھۃ التطھیر ایضا اخذا مما ذکرناہ وان لم ارہ لاحد من ائمتنا بماء وتراب من کل ارض غضب علیھا الا بئرالناقۃ بارض ثمود وقد صرح الشافعیۃ بکراھتہ ولا یباح عند احمد ثم نقل الحدیث عن شرح المنتھی الحنبلی وانہ قال ظاھرہ منع الطھارۃ	جس زمین پر بھی غضب نازل ہوا ہو، اس کے پانی اور مٹّی سے طہارت حاصل کرنا مکروہ ہونا چاہئے سوائے ناقہ کے کنویں کے جو زمین ثمود میں پایا جاتا ہے۔ یہ بات اس تحقیق سے معلوم ہوتی ہے جو ہم نے ذکر کی ہے، اگرچہ میری نظر سے نہیں گزرا کہ ہمارے ائمہ میں سے کسی نے یہ بات کہی ہو، البتہ شافعیہ نے اس کے مکروہ ہونے کی

[71] قاضی خان الماء الراکد نولکشور لکھنؤ ۱/ ۴

به قال وبئر الناقة هی البئر الكبيرة التی یردها الحجاج فی هذه الازمنة [72]اھ۔ وقوله اخذا مما ذكرنا يشير الٰی ماقدم من تعليل الكراهة بمراعاة الخلاف۔ **اقول:** (۱) وفيه ماقدمنا لكن الكراهة ھھنا واضحة فقد كره الأجر فی القبر مما یلی الميت لاثر النار كما فی البدائع وغيرها فهذا اولی بوجوه كما لايخفی علی من اعتبر فجزاه الله تعالٰی خيرا كثيرا فی جنات الفردوس كما نبه علی هذه الفائدة الفازة۔	تصریح کی ہے، اور امام احمد کے نزدیک مباح نہیں ہے، پھر حدیث نقل کی شرح منتہی حنبل سے، اور فرمایا اس سے بظاہر طہارت کا ممنوع ہونا مفہوم ہوتا ہے، فرمایا اونٹنی کے کنویں سے مراد وہ بڑا کُنواں ہے جس پر آج کل حاجی آتے ہیں اور اس کے قول اخذا مما ذکرنا سے مراد کراہت کی علّت ہے جو انہوں نے بیان کی کہ اختلاف کی رعایت مقصود ہے۔ (ت) **میں کہتا ہوں** اس پر وہ اعتراض ہے جو ہم نے ذکر کیا، لیکن کراہت یہاں واضح ہے، کیونکہ آگ میں پکی ہوئی اینٹ قبر میں میت سے لگا کر استعمال کرنا ممنوع ہے کیونکہ اس میں آگ کا اثر ہوتا ہے، جیسا کہ بدائع وغیرہ میں ہے تو یہ بطریق اولی مکروہ ہے کئی وجوہ سے جیسا کہ عبرت حاصل کرنے والے پر مخفی نہیں اللہ تعالٰی اسے جنۃ الفردوس میں خیر کثیر عطا فرمائے جیسا کہ اس عمدہ فائدہ میں تنبیہ کی گئی ہے۔ (ت)

(۲۵) آبِ ۲ مغصوب۔ آبِ مغصوب میں تو کراہت ہی تھی آبِ مغصوب کا استعمال صرف کھانے پینے میں ہو خواہ طہارت میں محض حرام ہے مگر وضو وغسل صحیح ہو جائیں گے اور ان سے نماز ادا ہو جائے گی لان **المنع للمجاور** (یہ ممانعت ساتھ ملنے کی وجہ سے ہے۔ ت) ردالمحتار میں زیر قول شارح یجوز رفع الحدث بماذکر (حدث کا دور کرنا جائز ہے ان چیزوں سے جو ذکر کی گئیں) فرمایا **ای یصح وان لم یحل فی نحو الماء المغصوب** [73](یعنی صحیح ہے اگرچہ حلال نہیں مغصوب پانی کی شکل میں۔ ت)

(۲۶) وہ ۳ پانی کہ کسی کے مملوک کنویں سے بے اس کی اجازت بلاکہ باوصف ممانعت کے بھرا اس کا پینا وضو وغیرہ میں خرچ کرنا سب جائز ہے یہ مغصوب کی حد میں نہیں کہ کنویں ۴ کا پانی جب تک کُنویں میں ہے کسی کی مِلک نہیں آبِ باراں کی طرح مباح وخالص مِلک اللہ عزجلالہ ہے۔ ردالمحتار میں ہدایہ سے ہے: **الماء فی البئر غیر مملوك** [74](کنویں کے اندر کا پانی کسی کی ملکیت نہیں ہے۔ ت)

اُسی میں ولوالجیہ سے ہے:

---

[72] ردالمحتار مکروہات الوضوء مصطفی البابی مصر ۱/ ۹۸

[73] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۳۵

[74] ردالمحتار فصل الشرب مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۸۶

اونزح ماء بئر رجل بغیر اذنه حتی یبست لاشیئ علیه لان صاحب البئر غیر مالك للماء [75]۔	اگر کسی شخص کے کنویں کا پانی اس کی اجازت کے بغیر نکالا اور اتنا نکالا کہ وہ کنواں خشک ہوگیا تو اس شخص پر کوئی ضمان نہیں، کیونکہ وہ شخص پانی کا مالک نہیں۔ (ت)

اُسی میں ذخیرہ سے ہے:

الماء قبل الاحراز بالاوانی لایملك فقد اتلف مالیس بمملوك لغیرہ[76]۔	پانی کو جب تک برتنوں میں نہ بھر لیا جائے مِلک ثابت نہیں ہوتی ہے، تو اس نے وہ چیز تلف کی ہے جو غیر کیمملوک نہیں۔ (ت)

اُسی میں درمختار سے ہے:

الماء تحت الارض لایملك [77]۔	زمین کے نیچے جو پانی ہے اس پر کسی کی مِلک نہیں۔ (ت)

اِسی طرح کُتب کثیرہ میں ہے:

اقول: والعبرة للمنقول وان بحث البحر تبعا للفتح لزوم کون ماء البئر مملوکا للحافر بناء علی احد قولین فی الکلاء۔ **اقول:** وقد کان یخالج صدری نظر الی ان من نصب(ا) شبکة لیتعلق بها صید ملکه لا لونصبها للجفاف تنویروغیرہ وان من وضع اناء لجمع ماء المطر ملکه اما اذالم یضع* لذلك واجتمع*فالماءلمن رفع خیریة وغیرها	میں کہتا ہوں اعتبار منقول کو ہے، اگرچہ بحر نے اس پر فتح کی متابعت میں بحث کی ہے، اور فرمایا ہے کہ جس نے کنواں کھودا ہے پانی بھی اسی کی ملکیت میں ہے اس بناء پر کہ گھاس میں بھی ایک قول یہی ہے۔ (ت) **میں کہتا ہوں** میرے دل میں یہ خلجان تھا کہ جس شخص نے جال لگایا کہ اس میں کوئی شکار پھنس جائے تو شکار اسی کی ملکیت ہوگا بشرطیکہ اس نے جال خشک کرنے کیلئے نہ لگایا ہو، تنویر وغیرہ۔ اور اگر کسی شخص نے برتن رکھا کہ اس میں بارش کا پانی جمع ہو جائے، پھر پانی جمع ہوا تو وہ اسی کی مِلک ہے،

[75] فتاوٰی خیریہ مسائل الشرب بیروت ۲/ ۱۸۶

[76] ردالمحتار فصل الشرب مصطفٰی البابی مصر ۵/ ۳۱۷

[77] ردالمحتار کتاب احیاء الموات مصطفٰی البابی مصر ۵/ ۳۰۸

وظهر الجواب بحمده تعالٰی ان ملک(۱) المباح بالاستیلاء والاستیلاء بالاحراز وقدتم فی الشبكة والاناء بخلاف البئر ففی ش عن جامع الرموز ملاء الدلو من البئر ولم يبعده من رأسها لم يملكه عندالشيخين اذ الاحراز جعل الشيئ فی موضع حصين [78] اھ۔ اما ما بحثه الفتح فقد اجاب عنه فی النهر فراجع ش من البيع الفاسد مسألة بيع المراعی۔

جب برتن پانی جمع ہونے کیلئے نہ رکھا ہو اور پانی جمع ہو جائے تو وہ پانی اس کی ملکیت میں ہوگا جس میں اٹھایا، خیر یہ وغیرہ۔ اور یہ جواب معلوم ہوا کہ مباح چیز پر ملکیت استیلاء اور غلبہ سے ہوتی ہے اور استیلاً اس چیز کو قبضہ میں لے لینے سے ہوتی ہے، اور یہ چیز جال اور برتن کی شکل میں تو پائی جاتی ہے لیکن کنویں کی صورت میں نہیں "ش" میں جامع الرموز سے منقول ہے کہ اگر کسی شخص نے کنویں سے ڈول بھرا لیکن اس کو کنویں کے منہ سے دُور نہ کیا تو وہ اس کی ملک میں نہ ہوگا، یہ شیخین کے نزدیک ہے، کیونکہ احراز کسی چیز کو محفوظ جگہ رکھنے کو کہا جاتا ہے اھ اور جو بحث فتح میں ہے تو اس کا جواب نہر میں ہے اس سلسلہ میں بیع فاسد کا باب تحت مسئلہ چراگاہوں کے بیچنے 'ش' میں ملاحظہ کیجئے۔ (ت)

اقول: (۲) ويؤيده مافی الهندية عن المبسوط ما انبته صاحب الارض (۳) بان سقی ارضه وكربها لينبت فيها الحشيش لدوابه فهو احق بذلك وليس لاحدان ينتفع بشيئ منه الابرضاه لانه كسبه والكسب للمكتسب [79] اھ فلا يقاس عليه ماء البئر فانه ليس من كسب حافرها انما صنعه فيه رفع الحجاب كالفصاد۔

قال تعالٰی ......اللّٰهَ...مِنَا......

میں کہتا ہوں اس کی تائید ہندیہ کے اُس حوالہ سے ہوتی ہے جو انہوں نے مبسوط سے نقل کیا ہے، حوالہ یہ ہے کہ کسی شخص نے اپنی زمین میں جانوروں کو کھلانے کیلئے گھاس اگائی تو وہ اسی کی ہے اور کوئی شخص اُس سے اس کی مرضی کے بغیر استفادہ نہیں کرسکتا ہے کیونکہ وہ اس کی کمائی ہے، اور ہر شخص کی کمائی اسی کی ہوتی ہے اھ مگر اس پر کنویں کے پانی کو قیاس نہیں کرسکتے ہیں کیونکہ پانی کنویں کے کھودنے والے کی کمائی نہیں ہے اُس نے تو صرف اتنا کام کیا کہ پانی پر جو حجاب تھا وہ رفع کردیا،

---

[78] ردالمحتار فصل الشرب مصطفی البابی مصر ۵/ ۳۱۷

[79] الفتاوی الہندیۃ الباب الاول من کتاب الشرب پشاور ۵/ ۳۹۲

.... وتقریر الاٰیۃ فی میاہ الدر واللہ تعالٰی اعلم۔[80]	جیسے فصد کے عمل میں ہوتا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے: کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ ہی نے آسمان سے پانی نازل فرمایا تو اللہ تعالٰی نے اس کو چشموں میں جاری کردیا، اس آیت کی تقریر در کے باب المیاہ میں ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

(۲۷) یونہی[۱] کسی کا برتن صحن میں تھا، مینہ برسا، برتن بھر گیا، پانی بھی اس کی ملک نہ ہوا اپنی اصل اباحت پر باقی ہے اگرچہ برتن اور مکان اس کی ملک ہے جو اس پانی کو لے لے وہی اس کا مالک ہو جائے گا اگرچہ برتن کا مالک منع کرتا ہے ہاں اس کے برتن کا استعمال بے اجازت جائز نہ ہوگا۔

(۲۸) اگر[۲] اس نے برتن اسی نیت سے رکھا تھا کہ آبِ باراں اس میں جمع ہو تو اب وہ پانی اُس کی ملک ہے دوسرے کو بے اس کی اجازتِ صحیحہ کے حرام ہے ہاں طہارت یوں بھی ہو جائے گی گناہ کے ساتھ فتاوٰی کبرٰی پھر ہندیہ میں ہے:

وضع طستا علی سطح فاجتمع فیہ ماء المطر فجاء رجل ورفع ذلك فتنازعا ان وضع صاحب الطست الطست لذلك فھو لہ لانہ احرزہ وان لم یضعہ لذلك فھو للرافع لانہ مباح غیر محرز۔[81]	کسی شخص نے چھت پر پانی کا طشت رکھا تو اس میں بارش کا پانی جمع ہوگیا، اب ایک شخص نے آخر وہ طشت اٹھالیا، تو اگر طشت کے مالک نے یہ طشت اسی مقصد سے رکھا تھا تو وہ مالک کا ہی ہے اور اگر اس نے یوں ہی رکھ دیا تھا تو جس نے طشت اٹھایا پانی اسی کا ہوا کیونکہ احراز کا فعل اس کی طرف منسوب ہوگا۔ (ت) اگر اُس کے سوا اور پانی نہ ملے اور اسے وضو یا غسل کی حاجت ہے تو تیمم کرے اس سے طہارت نہیں کرسکتا۔

(۲۹) سبیل[۳] جو پینے کیلئے لگائی گئی ہو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اُس سے وضو، غسل اگرچہ صحیح ہو جائیں گے جائز نہیں یہاں تک کہ اگر اُس کے سوا اور پانی نہ ملے اور اسے وضو یا غسل کی حاجت ہے تو تیمم کرے اس سے طہارت نہیں کرسکتا۔

اقول: مگر جبکہ مالک[۴] آب کی اجازت مطلقًا یا اس شخص خاص کیلئے صراحۃً خواہ دلالۃً ثابت ہو، صراحۃً یہ کہ اُس نے یہی کہہ کر سبیل لگائی ہو کہ جو چاہے پئے وضوء کرے نہائے، اور اگر فقط پینے اور وضوء کے لئے کہا تو اس سے غسل روانہ ہوگا اور خاص اس شخص کیلئے یوں کہ سبیل تو پینے ہی کو لگائی مگر اُسے اُس سے وضوء یا غسل کی اجازت خود یا اس کے سوال پر دے دی اور دلالۃً یوں کہ لوگ اس سے وضوء کرتے ہیں اور وہ منع نہیں

---

[80] القرآن ۲۱/۳۹

[81] فتاوٰی خیریۃ بالمعنی مسائل الشرب بیروت ۱۸۶/۲

نہیں کرتا یا سقایہ قدیم ہے اور ہمیشہ سے یوں ہی ہوتا چلاآیا ہے یا پانی اس درجہ کثیر ہے جس سے ظاہر ہے کہ صرف پینے کو نہیں مگر جبکہ ثابت ہوا کہ اگرچہ کثیر ہے صرف پینے ہی کی اجازت دی ہے فان الصریح یفوق الدلالۃ (کیونکہ صراحت کو دلالت پر فوقیت حاصل ہے۔ ت) اور شخص خاص کے لئے یوں کہ اس میں اور مالک آب میں کمال انبساط واتحاد ہے یہ اُس کے ایسے مال میں جیسا چاہے تصرف کرے اُسے ناگوار نہیں ہوتا۔

لان المعروف کالمشروط کما ھو معروف فی مسائل لاتحصی وفی الھندیۃ عن السراج الوھاج ان کان بینھما انبساط یباح والافلا[82]۔	کیونکہ معروف مشروط کی طرح ہے، اور یہ چیز بے شمار مسائل میں ہے، اور ہندیہ میں سراج الوہاج سے ہے کہ اگر ان دونوں کے درمیان بے تکلّفی کا رشتہ ہو تو یہ مباح ہے ورنہ نہیں۔ (ت)

محیط و تجنیس وولوالجیہ وخانیہ وبحر ودرمختار میں ہے:

واللفظ لہ الماء المسبل فی الفلاۃ لایمنع التیمّم مالم یکن کثیرا فیعلم انہ للوضوء ایضا قال ویشرب ماللوضوء[83]۔	لفظ درمختار کے ہیں وہ پانی جو جنگل میں سبیل کے طور پر ہو مانع تیمّم نہیں تاوقتیکہ کثیر نہ ہو، اگر کثیر ہو تو معلوم ہوگا کہ یہ وضوء کے لئے بھی ہے۔ نیز فرمایا: جو پانی وضوء کیلئے ہے وہ پیا جائیگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ المسبل ای الموضوع فی الحباب لابناء السبیل قولہ لایمنع التیمّم لانہ لم یوضع للوضوء بل للشرب فلا یجوز الوضوء بہ وان صح قولہ مالم یکن کثیرا قال فی شرح المنیۃ الاولی الاعتبار بالعرف لابالکثرۃ الا اذا اشتبہ[84]اھ کلام ش۔ **اقول:** وانت(۱) تعلم ان ماذکر الفقیر	ان کا قول مسبل یعنی وہ پانی جو مٹکوں میں ہو مسافروں کیلئے، ان کا قول "لایمنع التیمم" کیونکہ وہ وضوء کیلئے نہیں رکھا گیا ہے بلاکہ پینے کیلئے ہے تو اس سے وضو کرنا جائز نہیں اگرچہ صحیح ہے ان کا قول مالم یکن کثیرا، شرح منیہ میں ہے بہتر یہ ہے کہ اعتبار عرف کا ہے نہ کہ کثرۃ کا، مگر جب مشتبہ ہو اھ کلام ش۔ (ت) میں کہتا ہوں جو کچھ فقیر نے ذکر کیا ہے

[82] سراج الوہاج
[83] الدرالمختار باب التیمم مجتبائی دہلی ۱/ ۴۵
[84] ردالمحتار باب التیمم مصر ۱/ ۱۸۵

اجمع واشمل وانفع واکمل۔	وہ جامع، مانع، زیادہ مفید اور مکمل ہے۔ (ت)

تنبیہ: یہ جو شخص خاص کی اجازت صراحۃً خواہ دلالۃً ہم نے ذکر کی اُس حالت میں ہے کہ پانی وقتِ اجازت بھی اجازت دہندہ کی مِلک ہو اور اگر وقف کا پانی ہے تو اس میں نہ کسی کو تغیر کا اختیار نہ کسی کی اجازت کا اعتبار،

| فی البحر ثم الدر من الوضوء مکروھه الاسراف فیه لوبماء النھر والمملوك له اما الموقوف علی من یتطھر به ومنه (۲) ماء المدارس فحرام[85] اھ وفی ش عن الحلیة لانه انما یوقف ویساق لمن یتوضوء الوضوء الشرعی ولم یقصد اباحتھا لغیر ذلك[86] اھ وفی ط تحت عبارۃ الدر السابقة قوله المسبل ای الموقوف الذی یوضع علی السبل قوله مالم یکن کثیرا محل ذلك عنه عدم التیقن بانه للمشرب اما اذا تیقن انه للشرب فیحرم الوضوء لان شرط الواقف کنص الشارع قوله (۳) وشرب ماللوضوء ظاھرہ وان لم یکن للضرورۃ وفیه انه لایلزم مخالفة شرط الواقف[87] اھ واشار 'ش' الی الجواب عن ھذا بقوله کأن الفرق ان الشرب اھم لانه لاحیاء النفوس بخلاف الوضوء لان له بدلا فیاذن صاحبه بالشرب منه عادۃ[88] اھ | بحر اور دُر کے باب الوضوء میں ہے وضوء میں پانی کا اسراف مکروہ ہے خواہ نہر کا پانی ہو یا اپنا مملوک پانی ہو، اور جو پانی پاکی حاصل کرنے والوں کیلئے وقف ہوتا ہے، جس میں مدارس کا پانی بھی شامل ہے، اس کا اسراف عام ہے اھ اور 'ش' میں حلیہ سے منقول ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ پانی انہی لوگوں کیلئے وقف ہے جو شرعی وضوء کرنا چاہتے ہیں، اور دوسروں کیلئے مباح نہیں ہے اھ اور 'ط' میں در کی سابقہ عبارت کے تحت فرمایا 'مسبل' وہ پانی جو راستوں میں وقف رکھا جاتا ہے اور اس کے قول مالکم یکن کثیرا اس کے مفہوم یہ ہے کہ جب یہ یقین نہ ہو کہ یہ پینے کیلئے ہے، اگر یہ یقین ہو کہ یہ پینے کیلئے ہے تو اس سے وضو حرام ہے کیونکہ شرط واقف نص شارع کی طرح ہوتی ہے۔ اور ان کا قول "شرب ماللوضوء" کا بظاہر یہ مفہوم ہے کہ اگرچہ وہ پانی ضرورت کیلئے نہ ہو، اور اس میں یہ قباحت ہے کہ اس میں شرط واقف کی مخالفت ہے اھ اور 'ش' نے اس کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے۔ فرمایا، غالبًا اس میں |

85 الدرالمختار مکروہات الوضوء مجتبائی دہلی ۱/ ۲۴
86 ردالمحتار مکروہات الوضوء مصطفی البابی مصر ۱/ ۹۸
87 طحطاوی علی الدر باب التیمم بیروت ۱/۱۲۳
88 ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۸۵

فرق یہ ہے کہ پانی کا پینا اہم ہے کیونکہ اس میں زندگی بچانا ہے جبکہ وضوء میں یہ چیز نہیں، کیونکہ وضو کا متبادل ہوتا ہے اس لئے مالک عام طور پر پینے کی اجازت دے دیتا ہے اھ (ت)

اقول: ای یکون ذلك منویا عند الوقف بحکم العادۃ فلا یلزم خلاف الشرط ولیس المراد حدوث الاذن الاٰن کما یوھمه تعبیر یاذن فان الوقف اذا تم خرج عن ملکه فلا یعمل فیه اذنه کما ھو ظاھر (۱) لکن ھھنا تحقیق شریف للعبد الضعیف فی بحث صحۃ وقف الماء لابد من التنبه له قال فی التنویر والدر (و) (۲) صح وقف کل (منقول) قصدا (فیه تعامل) للناس (کفأس وقدوم) بل (ودراھم (۳) ودنانیر) ومکیل وموزون فیباع ویدفع ثمنه مضاربۃ اوبضاعۃ فعلی ھذ (۴) لووقف کرا علی شرط ان یقرضه لمن لابذر له لیزرعه لنفسه فاذا ادرك اخذ مقدارہ ثم اقرضه لغیرہ وھکذا جاز خلاصۃ (۵) وفیھا وقف بقرۃ علی ان ماخرج من لبنھا اوسمنھا للفقراء ان اعتادوا ذلك رجوت ان یجوز (۶) (وقدر وجنازۃ) وثیابھا ومصحف وکتب لان التعامل یترك به القیاس[89] اھ قال ش قال الرملی لکن فی الحاقھا بمنقول فیه تعامل نظر	میں کہتا ہوں، یعنی یہ چیز عادۃً وقف کے وقت واقف کی نیت میں ہوتی ہے تو ایسی صورت میں شرط واقف کی خلاف ورزی لازم نہ آئے گی، یہ مراد نہیں کہ اب اجازت دی ہے، جیسا کہ "یاذن" کے لفظوں سے ظاہر ہے، کیونکہ وقف جب مکمل ہوجاتا ہے تو ملک واقف سے نکل جاتا ہے تو اس کی اجازت کا کوئی اثر نہ ہوگا، جیسا کہ ظاہر ہے میں نے پانی کے وقف کے سلسلہ میں ایک تحقیق کی ہے، اس کا جاننا ضروری ہے، تنویر اور دُر میں فرمایا (اور) صحیح ہے وقف ہر (منقول کا) قصدا جس میں لوگوں کا تعامل ہو (جیسے پھاوڑا اور کلھاڑی) بلاکلہ (دراہم ودنانیر کا) اور ناپ تول والی چیز کا، تو اس کو بیچا جائے گا اور اس کی قیمت بطور مضاربت دی جائے گی یا بطور سامان۔ اس بناپر اگر کسی شخص نے ایک بوری غلّہ اس شرط پر وقف کیا کہ یہ ایک شخص کو قرض دیا جائے جو اپنے لئے کاشت کرتا ہو، اور جب اس کی کھیتی پک جائے تو اُس سے یہ مقدار واپس لے لی جائے اور کسی دوسرے کو قرض دے دیا جائے اور یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے تو یہ جائز ہے، خلاصہ اسی کتاب میں ہے کہ اگر کسی شخص نے ایک گائے

[89] الدرالمختار باب الوقف مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۰

اذھی مما لاانتفع بھا مع بقاء عینھا وما استدل بہ فی المنح فی مسألۃ البقرۃ ممنوع بما قلنا اذینتفع بلبنھا وسمنھا مع بقاء عینھا اھ قلت ان الدراھم لاتتعین بالتعیین فھی وانکانت لاینتفع بھا مع بقاء عینھا لکن بدلھا قائم مقامھا لعدم تعینھا فکأنھا باقیۃ ثم قال عن الفتح عن الخلاصۃ عن الانصاری وکان من اصحاب زفر فیمن وقف الدراھم اوما یکال اویوزن ایجوز قال نعم قیل وکیف قال یدفع الدراھم مضاربۃ ثم یتصدق بھا فی الوجہ الذی وقف [90]اھ ورأیتنی کتبت علیہ مانصہ۔ **اقول:** ھذا التعلیل من العلامۃ الرملی لمنع وقف الدراھم وجواب المحشی بانھا لاتتعین فکانھا باقیۃ ببقاء بدلھا وما ذکر الامام الانصاری وتبعہ فی الخلاصۃ والفتح والدر وکثیر من الاسفار الغر من طریق الابقاء فی الدراھم والمکیل والموزون وما مر (ای فی ردالمحتار) من ان التأبید معنی شرط صحۃ الوقف بالاتفاق علی الصحیح وقد نص علیہ محققو المشایخ کل ذلك یقضی بان الماء المسبل لایکون وقفا لعدم امکان

اس شرط پر وقف کی کہ اس کا دُودھ اور گھی فقراء کے استعمال میں لایا جائے، تو اگر یہ چیز ان کی عرف میں ہے تو امید ہے کہ جائز ہے (اور دیگ اور جنازہ کی چارپائی) اور جنازہ کی چادریں اور مصحف اور کتابیں، کیونکہ تعامل کے مقابلالہ میں قیاس کو ترک کردیا جاتا ہے اھ

"ش" نے کہا کہ رملی نے فرمایا اس کو منقول سے ملانے میں جس میں تعامل ہو اعتراض ہے کہ اس کے عین کے باقی رہتے ہوئے اس سے انتفاع نہیں ہوتا ہے اور گائے کا مسئلہ جس سے منح میں استدلال کیا ہے ناقابلِ تسلیم ہے، کیونکہ اس کے دودھ اور گھی سے گائے کو باقی رکھتے ہوئے نفع حاصل کیا جاتا ہے اھ میں کہتا ہوں دراہم متعین کردینے سے متعین نہیں ہوتے ہیں، تو ان کو باقی رکھتے ہوئے اگرچہ ان سے نفع حاصل کرنا ممکن نہیں، لیکن ان کا بدل ان کے قائم مقام ہے کیونکہ یہ خود متعین نہیں، تو گویا کہ یہ باقی ہیں۔ پھر فتح سے خلاصہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ انصاری جو اصحاب زفر سے تھے ان سے پُوچھا گیا کہ اگر کسی شخص نے دراہم یا کیلی یا وزنی چیز وقف کی تو کیا جائز ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں۔ اُن سے دریافت کیا گیا کہ اس کی شکل کیا ہوگی؟ تو انہوں نے فرمایا دراہم مضاربت پر کسی کو دے دے پھر اُن کو اُس مقصد پر خرچ کرتا رہے جس کیلئے ان کو صدقہ کیا گیا تھا اھ میں نے ان کی بیان کردہ نص

[90] ردالمحتار باب الوقف مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۱۰

الانتفاع به الا باستهلاكه فيكون من باب الاباحة دون الوقف نعم (۱) السقاية بناء تعورف وقفه كالقنطرة فيصح ولا يقال ان فے السقاية الموقوفة يصير الماء وقفا (۲) تبعا للسقاية وهو جائز وفاقا كما تقدم فے الشرح وذلك لان الماء هو (۳) المقصود بالسقاية وهى تبع فلا يعكس الامر ولاى شى تجعل السقاية وقفا مقصودا فيتبعه الماء علا انه ان تبع تبع مافيها دون الابدال المتعاورة وليس الماء مما لايتعين حتى يجعل بقاء الابدال بقاءه **مع** (۴) ان لى نظرا فے هذا العذر فقد افاد ش فى فصل فى التصرف فى المبيع والثمن ان عدم تعين النقد ليس على اطلاقه بل ذلك فى المعاوضات الخ وذكر تفصيلا وقع فيه خلط وخبط من الناسخين نبهت عليه فيما علقت عليه وقال (۵)قبله فى البيع الفاسد الدراهم والدنانير تتعين فى الامانات والهبة والصدقة والشركة والمضاربة والغضب[92] اھ فالوقف اشبه شيئ بالصدقة بل هو منها عند الامام ويظهر لے والله تعالٰى اعلم ان النقدين والتجارات ناميات [91]	پر لکھا ہے **اقول:** عدم تسلیم کی یہ علت جو رملی نے بیان کی ہے دراہم کے وقف کے ممنوع ہونے کی بابت ہے اور محشّی کا یہ جواب دینا کہ دراہم متعین نہیں ہوتے، تو اپنے بدل کے باقی رہنے کی وجہ سے باقی رہیں گے، اور جو امام انصاری نے ذکر کیا اور خلاصہ اور فتح اور در اور بہت سی کتب میں اس کی متابعت کی گئی ہے کہ کس طرح دراہم اور مکیل و موزون باقی رہتے ہیں اور جو گزرا (یعنی در مختار میں) یعنی صحت وقف کے شرائط میں سے اس کا ہمیشہ کیلئے ہونا ہے، یہی صحیح ہے اور اس پر اتفاق ہے اور محققین مشائخ نے اس پر نص کیا ہے، اور اس تمام بحث کا تقاضا یہی ہے کہ سبیل کا پانی وقف نہیں کیا جاسکتا ہے، کیونکہ اس کو ختم کئے بغیر اس سے نفع حاصل کرنا ممکن نہیں، تو یہ اباحت قرار پائے گا نہ کہ وقف، ہاں سقایہ جو عمارت ہوتی ہے اس کا وقف کرنا متعارف ہوگیا ہے جیسا کہ پُل ہوتا ہے تو یہ صحیح ہے، اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ جب سقایہ وقف ہوا تو پانی بھی اس کی متابعت میں وقف ہوگیا، اور اس پر اتفاق ہے جیسا کہ شرح میں گزرا، کیونکہ سقایہ میں مقصود تو پانی ہی ہے اور سقایہ تو تابع ہے تو معاملہ برعکس نہیں کیا جائے گا، اور پھر سقایہ کیونکر وقف مقصود ہوسکتا ہے تاکہ پانی اس کا تابع ہو

91 ردالمحتار فصل فی التصرف فی المبیع البابی مصر ۴/ ۱۸۵
92 ردالمحتار فصل فی التصرف فی المبیع البابی مصر ۴/ ۱۸۵

شرعا وحسا فبقاؤھا بنماء ھا اذھی الاصل المتولد منه فتشبه مالیتھا شجرۃ تبقی فتؤتی اکلھا کل حین باذن ربھا وکیفما کان لایقاس علیھا الماء وقد عللوا ماَاذا ملأ صبی کوزا من حوض ثم صبه فیه لایحل لاحد شربه بان الصبی ملك ماَاخذه من ماء الحوض المباح فاذاصبه فیه اختلط ملکه به فامتنع استعماله[93] کما فی الحدیقة الندیة اخر نوع العشرین من اٰفات اللسان وغمز العیون من احکام الصبیان والطحطاوی من فصل فی الشرب وفی ھذا الکتاب اعنی ش من الفصل المذکور عن ط عن الحموی عن الدرایة عن الذخیرۃ والمنیة وقد جعلوا ماء الحوض مباحا ولو کان وقفا لم یملکه الصبی باخذه فی کوزه فان (ا) الوقف لایملك وقد عرفه شمس الائمة السرخسی بانه حبس المملوك عن التملیك عن الغیر[94] اھ کما فی ش بخلاف غلة ضیعة موقوفة علی الذراری فانھم یملکونھا عند ظھورھا فمن مات منھم بعده یورث عنه قسطه کما یاتی فی الکتاب فان الوقف ھی الضعیفة وھذه نماؤھا۔

علاوہ ازیں یہ کہ اگر پانی تابع ہو بھی تو اسی قدر تابع ہوگا جو سقایہ میں موجود ہے نہ کہ اس کے بدل جو بار بار لوٹ کر آرہے ہیں اس کے تابع ہوں، اور پانی ایسی چیز نہیں جو متعین نہ ہوتا کہ بدل کے باقی رہنے کو اس کی بقاء قرار دیا جائے۔ مجھے اس عذر پر اعتراض ہے "ش" نے "تصرف فی المبیع والثمن" کی بحث میں فرمایا کہ نقود کا غیر متعین ہونا مطلق نہیں، یہ صرف معاوضات میں ہے الخ پھر انہوں نے اس میں ایک تفصیل ذکر کی جس میں ناقلین سے کچھ خلطِ مبحث ہوگیا، میں نے اس پر جو تعلیقات کی ہیں ان میں اس پر تنبیہ کی ہے، اور اس سے قبل باب 'بیع فاسد' میں فرمایا: اور دراہم ودنانیر، امانات، ہبہ، صدقہ، شرکت، مضاربت اور غصب میں متعین ہوجاتے ہیں اھ۔ وقف صدقہ سے بہت مشابہ چیز ہے بلکہ امام کے نزدیک صدقہ ہی ہے۔ میں محسوس کرتا ہوں (واللہ تعالٰی اعلم) کہ سونا چاندی اور تجارتی معاملات شرعًا اور حسًا نامی چیزیں ہیں تو ان کی بقاء ان کی نماز کے باعث ہوگی، کیوں کہ ان سے جو چیز متولد ہوتی ہے وہ یہی ہے، تو ان کی مالیت اُس درخت کی طرح ہوگی جو باقی رہتا ہے اور موسم پر اس کا پھل آتا رہتا ہے اور جو بھی صورت ہو بہرحال اس پر پانی کو قیاس نہیں کرسکتے ہیں۔ اگر کسی بچّے نے ایک حوض سے پانی کا ایک کوزہ بھرا

[93] الحدیقۃ الندیۃ النوع العشرین من آفات اللسان رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۶۹

[94] ردالمحتار کتاب الوقف البابی مصر ۳/ ۳۹۲

پھر اس کو اس میں انڈیل دیا، تو اب اس حوض کا پانی کسی کو پینا جائز نہیں اور اس کی علّت فقہاء نے یہ بیان کی ہے کہ بچّے نے مباح حوض سے جو پانی لیا، وہ پانی اس کی ملکیت میں آگیا، اور پھر اُس پانی کو جب اسی حوض میں ڈال دیا تو اس کی ملک اس کے ساتھ مخلوط ہو گئی تو اب اس کا استعمال ممنوع ہو گیا، حدیقہ ندیہ آفات اللسان، بیسویں نوع کا آخر۔ غمز العیون، بچّوں کے احکام۔ طحطاوی، فصل شرب۔ اور 'ش' میں، مذکور فصل میں 'ط' سے 'حموی' سے 'درایہ' سے 'ذخیرہ سے' اور منیہ سے ہے کہ فقہاء نے حوض کے پانی کو مباح قرار دیا ہے، اگر یہ پانی وقف ہوتا تو بچہ اس کو کوزہ میں لینے سے اس کا مالک نہ ہو جاتا، کیونکہ وقف پر ملکیت ثابت نہیں ہوتی ہے۔ شمس الائمہ سرخسی نے وقف کی تعریف اس طرح کی ہے کہ یہ مملوک کو تملیک سے روکنا ہے، یعنی غیر اس کا مالک نہیں ہو سکتا اھ جیسا کہ "ش" میں ہے، یہ اس کے خلاف ہے کہ کوئی شخص ذرّیت پر کسی زمین کی آمدنی وقف کر دے، کیونکہ جب یہ آمدنی ظاہر ہو گی تو ذرّیت اس کی مالک ہو جائے گی، ذریت میں سے جو اس کے بعد وفات پائے گا اس کی میراث جاری ہو گی، جیسا کہ کتاب میں آئے گا، کیونکہ وقف تو زمین ہے اور یہ اس کا "نماء" ہے۔ (ت)

فأن قلت: الیس قد تقدم فی وضؤ الکتاب مانصه مکروهه الاسراف فیه الٰی آخر مامر نقله **اقول:** وبالله التوفیق (۱) المراد به الماء المسبل بمال الوقف کماء المدارس والمساجد والسقایات التی تملؤ من اوقافها فان هذا الماء لایملکه احد ولا یجوز صرفه الا الی جهة عینها الواقف وهذا هو حکم الوقف اما(۲) الماء الذی یسلبه المرء من ملکه فلا یصیر وقفا سواء کان فی الحباب اوالجرار اوالحیاض اوالکسقایات انما غایته الاباحة یتصرف فیها الناس وهو علی ملکه فلا تتأتی فیه مسألة کوزا لصبی المذکورة هذاماظهر لی وارجوان یکون هو الصواب* باذن الملك الوهاب* وله الحمد وعلی حبیبه الکریم والاٰل والاصحاب، صلاة	اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کتاب کے وضو کی بحث میں گزرا ہے، اس وضوء کے مکروہات میں اسراف ہے الیٰ آخر مانقلہ میں کہتا ہوں اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد سبیل کا پانی ہے جو وقف ہو، جیسا کہ مدارس، مساجد، سقایات کا پانی جو ان کے اوقاف کی آمدنی سے بھرا جاتا ہے، کیونکہ اس پانی کا کوئی مالک نہیں، اور اس کو فقط اُسی جہت میں صَرف کیا جاسکتا ہے جو اُس کے واقف نے اس کیلئے متعین کی ہے، اور یہی وقف کا حکم ہے۔ اور اگر کوئی شخص اپنی مِلک سے پانی کی سبیل لگائے تو وہ وقف نہ ہو گی، خواہ وہ مٹکوں میں ہو یا چھوٹے گھڑوں میں یا حوضوں اور سقایوں میں، کیونکہ اُس سے تو صرف اتنا مقصود ہے کہ پانی مالک کی مِلک میں رہتے ہوئے لوگوں کیلئے مباح کر دیا جائے تو اس میں بچّے کے کوزہ کا مذکورہ مسئلہ نہیں چلے گا، مجھ پر یہی ظاہر ہوا ہے اور مجھے امید ہے کہ یہی

وسلام یدوماں بلاعدد ولاحساب اٰمین۔	صحیح ہوگا....(ت)

(۳۰) اقول: یوں ہی مسجد کے سقائے[1] یا حوض جو اہلِ جماعتِ مسجد کی طہارت کو بھرے جاتے ہیں اگر مالِ وقف سے بھرے گئے ہوں تو مطلقاً جب تک ابتدا سے واقف کی اجازت ثابت نہ ہو اور کسی نے اپنی مِلک سے بھروائے ہوں تو بے اس کی اجازت قدیم خواہ جدید کے گھروں میں اُن کا پانی اگرچہ طہارت ہی کیلئے لیجانا روا نہیں طہارت ہو جائیگی مگر گناہ ہوگا اجازت واقف ومالک کی وہی تفصیل ہے جو آبِ سبیل میں گزری والدلیل الدلیل (اور دلیل بھی وہی ہے جو پہلے گزر چکی ہے) جاڑوں[2] میں کہ سقائے گرم کئے جاتے ہیں بعض لوگ گھروں میں پانی لے جاتے ہیں اس میں بہت احتیاط چاہئے کہ غالبًا بے صورتِ جواز واقع ہوتا ہے۔

| اماما فی الخانیة ثم الھندیة من کتاب الشرب یجوز ان یحمل ماء السقایة الی بیتہ لیشرب اھلہ اھ۔ فھو فی المعد للشرب بدلیل اٰخرہ وصدرہ اختلفوا فی التوضی بماء السقایة جوز بعضھم وقال بعضھم ان کان الماء کثیرا یجوز والا فلا وکذا کل ماء اعد للشرب حتی قالوا فی الحیاض التی اعد للشرب لایجوز فیہ التوضی ویمنع منہ وھو الصحیح ویجوز ان یحمل[95] الخ بناء علی ان الذی (۳) یعد للشرب لایمنع منہ مخدرات الحجال وبالجملة لاشك ان المبنی العرف فان (۴) علمنا ان المسبل للشرب خص بہ الواردین ولا یرضی بحملہ الی البیوت لم یجز ذلك قطعا بل لو علم خصوص فی المارة لم یجز لغیرھم من الواردین کما یفعلہ بعض الجھلة فی عشرة المحرم بسبل | پھر خانیہ اور ہندیہ کے کتاب الشرب میں ہے کہ اگر کوئی شخص سقایہ کا پانی اپنے گھر بیوی بچّوں کو پلانے کیلئے لے جائے تو جائز ہے اھ تو اس سے مراد وہ پانی ہے جو خاص پینے ہی کیلئے رکھا گیا ہو، عبارت کا اوّل وآخر یہی بتاتا ہے۔ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ "سقایہ" کے پانی سے وضوء جائز ہے یا نہیں، بعض نے جواز کا قول کیا، اور بعض نے کہا کہ اگر پانی زائد ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ اور یہی حکم ہر اُس پانی کیلئے ہے جو پینے کیلئے رکھا گیا ہو، یہاں تک فقہاء نے اُس حوض کی بابت بھی یہی فرمایا ہے جو پینے کیلئے بنایا گیا ہو کہ اُس میں وضوء جائز نہیں، اور اگر کوئی کرے تو اس کو منع کیا جائیگا، اور یہی صحیح ہے۔ اور یہ جائز ہے کہ وہ پانی گھر لے جائے الخ اس کی بنیاد یہ ہے کہ جو پانی پینے کیلئے رکھا جائے اس سے پردہ نشینوں کو محروم نہ رکھا جائے گا۔ خلاصہ یہ کہ اصل دار ومدار عُرف پر ہے۔ اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ سبیل کا پانی پینے کیلئے ہے اور وہی لوگ اس سے |

[95] ہندیۃ الباب الاول من کتاب الشرب پشاور ۵/ ۳۹۱

الماء والشربة لمن مع الضریح المختلق بدعة محدثة یسموھا تعزیة فلا یجوز شربہ لغیرھم وان جعلوہ لمن مع الضریح الفلانی لم یجز لاھل ضریح وغیرہ واللہ تعالٰی اعلم لاجرم ان قال فی متفرقات کراھیة البزازیة حمل ماء السقایة الی اھلہ ان ماذونا للحمل یجوز والالا [96] اھ۔ وھذا عین ماقررت وللہ الحمد۔	استفادہ کرسکیں گے جو اس پر وارد ہوں تو ایسے پانی کو گھر نہیں لے جایا جاسکتا ہے بلاالکہ اگر بطور خاص گزرنے والوں کیلئے ہے تو دوسرے وارد ہونے والوں کو اُس کا استعمال جائز نہ ہوگا، چنانچہ بعض جاہل محرّم کے عشرہ میں پانی یا دُودھ کی سبیل تعزیہ کے ساتھ گزرنے والوں کے لئے بطور خاص لگاتے ہیں، یہ بدعت محدثہ ہے، اس کا استعمال دوسروں کو جائز نہیں بلاالکہ اگر ایک تعزیہ کے لئے جائز ہے تو دوسرے تعزیہ کے شرکاء کو اس کا استعمال جائز نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔ بزازیہ میں ہے (متفرقات کراہیۃ میں) (ت) سِقایہ کا پانی گھر والوں کیلئے لے جانا اگر اُس کی اجازت ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں اھ اور یہ بعینہٖ وہی ہے جو میں نے کہا ہے وللہ الحمد (ت)

(۳۱) سفر میں [1] طہارت کو پانی پاس ہے مگر اس سے طہارت کرتا ہے تو اب یا بعد کو یہ یا اور کوئی مسلمان یا اُس جانور اگرچہ وہ کُتّا جس کا پالنا جائز ہے پیاسا رہ جائے گا یا آٹا گوندھنے یا اتنی نجاست پاک کرنے کو جس سے مانع نماز نہ رہے پانی نہ ملے گا تو ان صورتوں میں اُس پانی سے طہارت اگرچہ ہو جائے گی منع ہے بلکہ اپنے یا دُوسرے مسلمان کے ہلاک کا خوف غالب ہو تو سخت حرام ہے ان سب صور میں تیمّم کرے اور پانی محفوظ رکھے ہاں [2] جانوروں کی پیاس کیلئے اگر وضو یا غسل کا پانی کس برتن میں رکھ سکتا ہے تو طہارت فرض ہے اور تیمّم باطل۔

اقول: یوں [3] ہی اگر طہارت اس طرح ممکن ہو کہ پانی مستعمل نہ ہونے پائے جس کا طریقہ پرنالے وغیرہ میں وضو کرنے کا ہم نے رحب الساحہ میں بیان کیا تو اعذار مذکورہ سے کوئی عذر مبیح تیمّم نہ ہوگا اور طہارت فرض ہوگی کمالا یخفی۔ بحر الرائق ودُر مختار میں ہے:

والنظم للدر (من عجز عن استعمال الماء لخوف عدو اوعطش) ولو لکلبہ اورفیق القافلة حالا اومآلا وکذا لعجین اوازالة نجس وقید ابن الکمال عطش	عبارت دُر کی ہے (جو شخص بوجہ خوفِ دشمن یا پیاس پانی کے استعمال سے عاجز ہو) خواہ اپنے کُتّے یا رفیق قافلہ کیلئے، اب یا آیندہ، اور اسی طرح آٹا گوندھنے کیلئے یا نجاست دور کرنے کیلئے، اور

[96] بزازیۃ الہندیۃ التاسع فی المتفرقات من الکراہیۃ پشاور ۶/ ۳۷۲

دوابه بتعذر حفظ الغسالة لعدم الاناء (تیمم[97])۔	ابن الکمال نے یہ قید لگائی کہ اس کے جانور پیاسے رہ جائیں گے کہ برتن نہ ہونے کی وجہ سے وہ دھوون کو محفوظ نہیں رکھ سکتا ہے (تو ایسی صورتوں میں وہ تیمّم کرے)۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله ولو لكلبه قيده فى البحر والنهر بكلب الماشية والصيد ومفاده انه لولم كذلك لايعطى هذا الحكم والظاهر ان كلب الحراسة للمنزل مثلهما ط قوله اورفيق القافلة سواء كان رفيقه المخالط له اوأخر من اهل القافلة بحرو عطش دابة رفيقه كعطش دابته نوح قوله حالا اومآلا ظرف لعطش اوله ولرفيق على التنازع كما قال ح اى الرفيق فى الحال اومن سيحدث له قال سيدى عبدالغنى فمن عنده ماء كثير فى طريق الحاج اوغيره وفى الركب من يحتاج اليه من الفقراء يجوز له التيمم بل ربما يقال اذا تحقق احتياجهم يجب بذله اليهم لاحياء مهجهم قوله وكذا لعجين فلو احتاج اليه لاتخاذ المرقة لايتمم لان حاجة الطبخ دون حاجة العطش بحر قوله اوازالة نجس اى اكثر من قدرا لدرهم وفى الفيض لومعه مايغسل بعض النجاسة	اس کا قول اور اگرچہ اپنے کُتے کیلئے، اس کتے کو بحر ونہر میں، اُس کُتّے سے مقید کیا گیا ہے جو مویشی کی حفاظت یا شکار کیلئے رکھا گیا ہو، اُس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر ایسا نہ ہو تو اس کا یہ حکم نہ ہوگا اور ظاہر یہ ہے کہ گھر کی حفاظت کیلئے جو کتا پالا جائے اس کا بھی یہی حکم ہے ط، اس کا قول یا رفیق قافلہ کیلئے عام ازیں کہ وہ اس کا اپنا شریک رفیق ہو یا دوسرا ہو اہل قافلہ سے (بحر) اور اس کے ساتھی کی سواری کے پیاسا رہ جانے کا خطرہ ایسا ہی ہے جیسا کہ خود اس کی اپنی سواری کے پیاسا رہ جانے کا خطرہ ہے (نوح) اس کا قول حالاً او مآلاً، عطش کا ظرف ہے یا اس کا اور رفیق کا بر سبیل تنازع ہے جیسا کہ "ح" نے فرمایا یعنی رفیق فی الحال یا من سیحدث لہ، عبدالغنی نے فرمایا جس کے پاس حاجیوں وغیرہ کے راستے میں زائد پانی ہو، اور قافلہ میں کوئی فقیر پانی کا ضرورت مند ہو، تو اس کو تیمّم جائز ہے، بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر اُس پانی کی ضرورت واقعی اہلِ قافلہ کو ہو تو ان کی زندگیاں

[97] الدرالمختار باب التیمم مجتبائی دہلی ۱/ ۴۱

لایلزمہ اھ۔ **قلت**: وینبغی تقییدہ بما اذالم تبلغ اقل من قدرالدرھم فاذا کان فی طرفی ثوبہ نجاسۃ وکان اذاغسل احد الطرفین بقی مافی الطرف الاٰخر اقل من قدر الدرھم یلزمہ[98] اھ

اقول: ھھنا ابحاث الاول کلب حراسۃ المنزل مساو لکلب الماشیۃ بل اولی ولکلب الصیدان کان الحاجۃ الیہ للاکل فان المال شقیق النفس والافاولی وعلی کل ھو ثابت منھما بالفحوی فلیس (۱) ھذا محل الاستظھار ولذا عبرت بکلب یحل اقتناؤہ وفی الحدیث الصحیح الا کلب صید اوزرع اوماشیۃ[99] **الثانی** قید (۲) رفیق القافلۃ وفاق فربما تسایر قافلتان اواکثر ولا یعد من فی احدھما رفیق من فی الاخری والحکم لایختص بمن فی قافلتہ فان احیاء مھجۃ المسلم فریضۃ علی الاطلاق فلذا غیرتہ وبمسلم عبرتہ۔

بچانے کیلئے پانی صرف کرنا واجب ہے قولہ وکذاا للعجین، تو اگر کسی کو شوربہ بنانے کیلئے پانی کی ضرورت ہو تو تیمّم جائز نہ ہوگا کیونکہ کھانا پکانے میں جو ضرورت ہے وہ پیاس سے کم ہے، بحر، قولہ اوازالۃ نجس، اس سے مراد نجاست ہے جو ایک درہم سے زاید ہو، اور فیض میں ہے، اگر اس شخص کے پاس اتنا پانی موجود ہو کہ کچھ نجاست کو دھولے گا تو دھونا لازم نہیں اھ۔ **میں کہتا ہوں** اس میں یہ قید لگانی چاہئے کہ یہ نجاست درہم سے کم نہ ہو، تو اگر اس کے کپڑے کے دونوں جانب نجاست ہو، اور ایک طرف دھونے سے دوسری طرف باقی رہتی ہو، مگر ایک درم سے کم رہتی ہے تو اس کا دھونا لازم ہے اھ۔ (ت)

میں کہتا ہوں یہاں کئی بحثیں ہیں:

پہلی بحث: گھر کی حفاظت کیلئے جو کتا پالا گیا وہ ریوڑ کی حفاظت کے کتے کے برابر بلاکلہ اُس سے اولٰی ہے، اسی طرح شکار کے کتے کی مانند ہے، جبکہ شکار کھانے کی ضرورت ہو کیونکہ مال جان کا ہم پلہ ہے ورنہ تو وہ اولٰی ہے، اور بہر صورت یہ چیز دونوں کے منطوق سے ثابت ہے، اور یہ محل استظہار نہیں اور اس لئے میں نے کہا ہے، وہ کتا جس کا پالنا جائز ہو، اور حدیث صحیح میں ہے مگر شکار، کھیتی یا جانوروں کا کتّا۔

دوسری بحث: "رفیق قافلہ" کی قید اتفاقی ہے کیونکہ عام طور پر دو یا دو سے زیادہ قافلے چلتے ہیں اور ایک قافلے کا آدمی دوسرے کا رفیق شمار نہیں ہوتا، اور یہ حکم اس کے ساتھ خاص نہیں جو اُس کے قافلہ

[98] ردالمحتار باب التیمم البابی مصر ۱/ ۱۷۳

[99] صحیح للمسلم باب الامر بقتل الکلاب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۱

اقول: (۱) ویدخل فی الحکم الذمی فیما یظہر فان لہم مالنا وعلیہم ماعلینا نعم الحربی لاحرمۃ لروحہ بل امرنا بافنائہ فکیف یلزمنا السعی فی ابقائہ ولذا صرحوا(۲) ان لووجد فی بریۃ کلبا وحربیا یموتان عطشا ومعہ ماء یکفی لاحدھما یسقی الکب ویخلی الحربی یموت ومن (۳) الحربیین کل رجل یدعی الاسلام وینکر شیأا من ضروریات الدین لان المرتد حربی کما نصوا علیہ وھم مرتدون کما حققناہ فی المقالۃ المسفرۃ۱۲۹۹ھعن حکم البدعۃ المکفرۃ۔

میں کہتا ہوں، بظاہر اس میں ذمی بھی شامل ہے، کیونکہ جو حقوق ہمارے لئے ہیں وہی ذمیوں کیلئے بھی ہیں، اور جو فرائض ہم پر ہیں وہ ذمیوں پر بھی ہیں، ہاں حربی کی جان کی کوئی حرمت نہیں ہے، بلاالکہ ہمیں اُس کے فنا کردینے کا حکم ہے، تو ہم پر اس کی زندگی بچانے کی سعی کیونکر لازم ہوگی؟ اس لئے فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ اگر کسی جنگل میں ایک کتا اور ایک حربی ملے اور دونوں پیاس سے مر رہے ہیں اور اس کے پاس صرف اتنا پانی ہو کہ ایک بچ سکتا ہو تو کتے کو پلا دے او رحربی کو مرنے کیلئے چھوڑ دے، اور جو شخص ضروریات دین میں سے کسی کا انکار کرتا ہو وہ حربی ہے، کیونکہ فقہاء کی تصریح کے مطابق مرتد حربی ہے، اور یہ سب حربی ہیں ہم نے اس کی تصریح المقالۃ المسفرۃ عن حکم البدعۃ المکفرۃ میں کردی ہے۔

الثالث التیمم لعطش رفیق سیحدث یجب تقییدہ بما اذا تیقن لحوقہ وانہ لاماء معہ والا فلا یجوز التیمم للتوھم الرابع (۴) تحقق الاحتیاج بمعنی ثبوتہ عینا لایتوقف علیہ وجوب البذل الا تری الی قولہم لخوف عطش وبمعنی ثبوتہ ذھنا ان ارید بہ الیقین فکذا (۵) فان الظن الغالب ملتحق بہ فی الفقہ اومایشملہ فلا محل للترقی اذعلیہ یدورالحکم والظن المجرد مثل الوھم **الخامس** (۶) حاجۃ الطبخ لیست دون حاجۃ العطش اذالم یتأت الاکل

تیسری بحث: کسی دوست کی پیاس کیلئے تیمّم کرنا جس کی ملاقات متوقع ہو، اس میں یہ قید لگانا ضروری ہے کہ اس دوست کے قافلے کے ساتھ ملنا یقینی ہو، اور اس کے پاس پانی نہ ہو، ورنہ محض وہم کی بنیاد پر تیمّم جائز نہیں۔

چوتھی بحث: ضرورت کا یہ مفہوم لینا کہ وہ وقت محسوس طور پر موجود ہو، درست نہیں، اور نہ ہی اس پر پانی کا خرچ کرنا موقوف ہے، چنانچہ فقہاء کا قول ہے "لخوف عطش" اور اس کا ذہنًا ثابت ہونا، اگر اس سے یقین مراد ہو تو ایسا ہی ہے، کیونکہ فقہ میں ظن غالب کا حکم وہی ہے جو یقین کا ہے یا جو یقین کو

الا بالطبخ الاتری ان حاجة العجن ساوت حاجة العطش لان عامة الناس لایمکنهم التعیش باستفاف الدقیق فما العجن الا للخبز وما هو الامن الطبخ فالاولی ان یقال ان حاجة المرقة دون حاجة العطش **السادس** (۱) قید الزیادة علی درهم مساحة اومثقال زنة فی النجاسة الغلیظة اما الخفیفة فمقدرة بالربع فلذا عبرت بالقدر المانع **السابع** مابحث السید ش فی تقلیل النجاسة حسن وجیه فلذا عبرت بمالا یبقیها مانعة۔	شامل ہو، تو ترقی کا کوئی محل نہیں، کیونکہ حکم کا دارومدار اسی پر ہے اور محض ظن تو وہم کے حکم میں ہے۔ **پانچویں بحث:** پکانے کی حاجت پیاس کی حاجت سے کم نہیں جبکہ وہ چیز بلا پکائے نہ کھائی جاسکتی ہو، مثلاً آٹا گوندھنا پیاس کے برابر ہے، کیونکہ عام لوگ آٹا پھانک کر زندہ نہیں رہ سکتے ہیں، تو آٹا گوندھنا روٹی پکانے کیلئے ہے اور یہ بھی پکانے کا ایک حصہ ہے تو اولٰی یہ ہے کہ کہا جائے کہ شوربہ کی ضرورت پیاس کی ضرورت سے کم ہے۔

چھٹی بحث: ایک درہم سے زیادہ ہونے کی قید پیمائش میں اور ایک مثقال سے زیادہ کی قید وزن میں، نجاست غلیظہ میں ہے اور خفیفہ میں اس کی تقدیر چوتھائی سے ہے اسی لئے میں نے یہ تعبیر کی ہے کہ "جس سے مانع نماز نہ رہے۔"

ساتویں بحث: سید 'ش' نے نجاست کی کمی میں جو بحث کی ہے وہ بہت اچھی ہے اس لئے میں نے اس کی تعبیر "مالا یبقیها مانعة" سے کی ہے۔ (ت)